



گڑبڑ گھٹالہ

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>
(طنزیہ و مزاحیہ شاعری کا مجموعہ)

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی



کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

خالص کہاں اب کوئی نوالہ
اینٹوں کو پیسا مرچوں میں ڈالا
دنیاۓ زر میں اک شور شر ہے
ہر سو ہے مظہر گڑبڑ گھٹالہ



جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

- نام کتاب : گڑبڑ گھٹالہ
- شاعر : ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی
- ٹائٹل : اختر شاہ
- کمپوزنگ : ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی
- اہتمام : بزم اکبر اسلام آباد
- ترمیم : سید توقیر عباس رضوی
- سید کاشف عباس رضوی
- طباعت : ٹی۔ ایس پرنٹرز گوالمنڈی راولپنڈی
- ناشر : رضوی پبلیشرز موبائل 0300-5362595
- اشاعت : اگست ۲۰۰۵ء
- قیمت : ۱۵۰ روپے
- ملنے کا پتہ : مکان نمبر ۱۷۸، اسٹریٹ ۳۳، سیکٹر آئی ایٹ ٹو اسلام آباد



انتساب

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

والدِ مرحوم سید اظہار عباس رضوی

والدہ محترمہ، اور شریک حیات

کے نام

بہ فیضِ قدرتِ باری ہوا ہوں میں سرشار
ملی ہے مجھ کو جو مظہر یہ قوتِ اظہار



فہرست

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ نمبر |
|-----------|---|-----------|
| ۱ | چل مرے خامہ بسم اللہ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی | xiii |
| ۲ | مزاح الیون کا نیا کھلاڑی ڈاکٹر انعام الحق جاوید | xv |
| ۳ | اوکھا اور انوکھا شاعر سرفراز شاہد | xvii |

منظومات

| | | |
|----|--------------------|----|
| ۱ | مرغی نامہ | 18 |
| ۲ | غزل کا اغواء | 20 |
| ۳ | پارسا کے ہاتھ | 22 |
| ۴ | ادبی محبوبہ | 24 |
| ۵ | استخوانی غزل | 26 |
| ۶ | روٹھی بیوی سے خطاب | 28 |
| ۷ | مرے آگے | 31 |
| ۸ | آنکھیں | 33 |
| ۹ | تخیل شاعر | 34 |
| ۱۰ | رہیہ | 36 |
| ۱۱ | یرقان آرزو | 37 |
| ۱۲ | ننھے کے ابا سے | 39 |
| ۱۳ | زمانہ الٹا | 42 |
| ۱۴ | مفت خور | 43 |



| | | |
|----|--|----|
| 45 | سو ہے وہ بھی ڈاکٹر | ۱۵ |
| 32 | غریق حسن دلِ مست و بے قرار ہوا | ۱۶ |
| 51 | غرض ہے | ۱۷ |
| 53 | پانچواں فرشتہ | ۱۸ |
| 55 | ویگن میں | ۱۹ |
| 57 | بجٹ کے بعد | ۲۰ |
| 58 | مشکل سے | ۲۱ |
| 59 | آغازِ سال نو | ۲۲ |
| 60 | کون کرے | ۲۳ |
| 61 | آہستہ آہستہ | ۲۴ |
| 62 | دار کے اوپر | ۲۵ |
| 63 | اگر چہ ڈاکہیں پر بھی ہم نے مارا نہ تھا | ۲۶ |
| 64 | چپکے سے | ۲۷ |
| 66 | جاب کرنا ہے تو سرکاری نہ کر | ۲۸ |
| 67 | اس ہاتھ لے اُس ہاتھ لے | ۲۹ |
| 69 | ڈھاکا میں | ۳۰ |
| 71 | جدید صحافی | ۳۱ |
| 73 | آدھا | ۳۲ |
| 74 | درِ عرق النساء | ۳۳ |
| 75 | روبرو کرتے | ۳۴ |
| 76 | حساب برابر | ۳۵ |
| 77 | چوری | ۳۶ |



| | | |
|-----|-----------------------------|----|
| 78 | اور ہے | ۳۷ |
| 79 | ہو گیا ہے | ۳۸ |
| 80 | کام لیتے ہیں | ۳۹ |
| 81 | خیر ہے | ۴۰ |
| 82 | ساگ دال کے بعد | ۴۱ |
| 83 | گتھم گتھا | ۴۲ |
| 85 | صاحب | ۴۳ |
| 86 | نقطے سے نکتہ | ۴۴ |
| 87 | تھری ان ون | ۴۵ |
| 89 | وٹھ سٹھ | ۴۶ |
| 91 | پہلے اس کی فکر میں دہلا ہوا | ۴۷ |
| 92 | پیوند کاری | ۴۸ |
| 95 | موٹر سائیکل | ۴۹ |
| 99 | بیوٹی پارلر میں | ۵۰ |
| 101 | ونچ میں | ۵۱ |
| 103 | پیدا بھی ہو | ۵۲ |
| 106 | غضب کا تھا | ۵۳ |
| 107 | اسلام آباد | ۵۴ |
| 112 | الجبھا | ۵۵ |
| 114 | آج سب مقروض ہیں | ۵۶ |
| 117 | گڑ بڑ غزل | ۵۷ |
| 119 | ملیر یا کر دے | ۵۸ |



﴿گڑبڑ گھٹالہ﴾



| | | |
|-----|-----------------|----|
| 120 | دھان پان سے | ۵۹ |
| 121 | بسم اللہ | ۶۰ |
| 122 | دیکھ کر | ۶۱ |
| 123 | بلا وجہ | ۶۲ |
| 124 | اپنے وطن میں | ۶۳ |
| 129 | بات کرتے ہو | ۶۴ |
| 130 | پڑھنا | ۶۵ |
| 132 | بارہ بجے | ۶۶ |
| 133 | ایسی کی تہیسی | ۶۷ |
| 134 | موسم | ۶۸ |
| 135 | سر کے بل چلے | ۶۹ |
| 136 | زندہ باد | ۷۰ |
| 138 | تم کو اس سے کیا | ۷۱ |
| 140 | ہاف ریٹ پر | ۷۲ |

قطعات

| | | |
|-----|-----------------|---|
| 144 | نئی اصطلاح | ۱ |
| 144 | شاعر نو آموز | ۲ |
| 145 | پسر تمام گند | ۳ |
| 145 | نرس | ۴ |
| 146 | زرِ مبالغہ | ۵ |
| 146 | آنکھیں نہ مارنا | ۶ |



﴿ گڑبڑ گھٹالہ ﴾



| | | |
|-----|------------------|----|
| 147 | گنجینہ | ۷ |
| 147 | سودا | ۸ |
| 148 | ای۔سی۔جی | ۹ |
| 148 | اسپیج تھیرپی | ۱۰ |
| 149 | ہوشیار | ۱۱ |
| 149 | ساس آتی ہے | ۱۲ |
| 150 | آپریشن تھیٹر میں | ۱۳ |
| 150 | پری | ۱۴ |
| 151 | گیس | ۱۵ |
| 151 | کمر بستہ | ۱۶ |
| 152 | فکروفاقہ | ۱۷ |
| 152 | اثر ہونے تک | ۱۸ |
| 153 | لاحول | ۱۹ |
| 153 | ڈریسنگ روم میں | ۲۰ |
| 154 | ٹینک | ۲۱ |
| 154 | گلکاری | ۲۲ |
| 155 | فوک موسیقی | ۲۳ |
| 155 | دل لگی | ۲۴ |
| 156 | ہار | ۲۵ |
| 156 | بے بس | ۲۶ |
| 157 | میں | ۲۷ |
| 157 | زردہ | ۲۸ |



| | | |
|-----|------------------|----|
| 158 | بہو | ۲۹ |
| 158 | اذاں | ۳۰ |
| 159 | فکرِ مستقبل | ۳۱ |
| 159 | بجنے لگے | ۳۲ |
| 160 | حال بے حال | ۳۳ |
| 160 | اشتہاری سفر | ۳۴ |
| 161 | عینک | ۳۵ |
| 161 | کار ساز | ۳۶ |
| 162 | لفظی پوسٹ مارٹم | ۳۷ |
| 162 | کیا کیا جائے | ۳۸ |
| 163 | لاتوں کے بھوت | ۳۹ |
| 163 | آئی۔ سی۔ یو | ۴۰ |
| 164 | چمٹا | ۴۱ |
| 164 | دہشت گرد قطعہ | ۴۲ |
| 165 | جھٹکا | ۴۳ |
| 165 | صدائے درویش | ۴۴ |
| 166 | الٹ پلٹ | ۴۵ |
| 166 | اہل نظر | ۴۶ |
| 167 | گھر داماد | ۴۷ |
| 167 | متشاعر | ۴۸ |
| 168 | کلامِ بلوغت نظام | ۴۹ |
| 168 | تعلیم جدید | ۵۰ |



﴿گڑبڑ گھٹالہ﴾



| | | |
|-----|-----------------|----|
| 169 | اقبالیاتِ جدید | ۵۱ |
| 174 | سیاسی قطعات | ۵۲ |
| 175 | رمضانی قطعات | ۵۳ |
| 176 | حاجیانہ قطعات | ۵۴ |
| 178 | الٹراساؤنڈ | ۵۵ |
| 179 | ٹکڑے جگر کے | ۵۶ |
| 182 | پھونکوں سے علاج | ۵۷ |
| 184 | شاعر | ۵۸ |

کتاب گھر کی پیشکش



<http://www.kitaabghar.com>



چل مرے خامہ بسم اللہ

طبی نگتہ نگاہ سے خارش کی کئی اقسام ہیں، اور اس کی تشخیص کے لئے ماہر امراضِ جلد سے رجوع کئے بغیر علاج ممکن نہیں، لیکن میں جس خارش کا ذکر کر رہا ہوں وہ قلمی خارش ہے، جو ادیبوں اور شاعروں کو ہو جاتی ہے اور پھر اس کا نتیجہ ایک عدد کتاب کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔ سو صاحبو ڈاکٹر ہونے کے ناطے سے سینکڑوں مریضوں کی خارش کا علاج تو ہم کرتے رہے مگر مضحکاتِ زمانہ کو دیکھتے ہوئے قلم کی خارش پر قابو نہ پاسکے، اور یوں مزاحیہ اور طنزیہ شاعری پہ مشتمل یہ تیسری کتاب حاضر خدمت ہے۔

پہلی دو کتابوں کی پذیرائی نے ہمت بندھائی تو یہ تیسرا نسخہ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ مطب میں بیٹھ کر نسخہ لکھنے کے تو پیسے ملتے ہیں۔ لیکن شاعری لکھ کر چھاپنے میں پیسے خرچ ہوتے ہیں، پھر اس قسم کے نسخہ جات کا ماحاصل ذرا مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو ردِ عمل کا فوری پتہ نہیں لگتا۔ ہونٹوں پر مسکان آ بھی جائے تو تنقیدی دماغ کچھ نہ کچھ خرابی ڈھونڈنے کی جستجو میں رہتا ہے۔ کوئی اس میں افلاطونیت ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے، تو کوئی شاعر کی بیان کردہ معروضی صورتحال سے نئی جہتیں اور امکانات تلاش کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ کوئی اس کے ڈانڈے ادب کے کسی خاص دور سے ملانے کی کوشش کرتا ہے تو کسی کو اس میں کسی دوسرے شاعر کا پرتو نظر آتا ہے۔

میں تو بچوں کے امراض کا اسپیشلسٹ ہوں، بس اللہ نے دل



میں حساسیت کی گرمی پیدا کر دی ہے اور دورانِ پریکٹس یا معاشرے میں چلتے پھرتے مختلف واقعات جب نظروں کے سامنے گھومتے ہیں تو قلم خود بخود صفحہء قرطاس پہ رواں ہو جاتا ہے۔ یوں دل کی بات لبوں پہ بکھر جاتی ہے، اور پھر جو کچھ دل کہتا ہے وہ آپ کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ اس طرح میں آپ کو اپنا ہمزاز بنالیتا ہوں۔ لیکن کوشش کرتا ہوں کہ دل سے آہ اس طرح نکلے کہ سوزِ دل لبوں پہ مسکراہٹ کے پھول کھلا دے، البتہ ایسے پھول چنتے ہوئے کہیں کہیں کانٹوں کی چھن محسوس ہو تو معافی کا خواستگوار ہوں کہ کانٹوں کو پھولوں سے علیحدہ کرنا میرے بس کی بات نہیں۔

ایک خاص بات جس کا میں یہاں ذکر کرنا چاہوں گا وہ یہ ہے کہ اس دفعہ میں جناب سرفراز شاہد صاحب کے ایما پر ہسپتال سے باہر نکل آیا ہوں اور اس مجموعے میں ڈاکٹر اور ہسپتال کا ذکر خال خال ہی ملے گا، کیونکہ میں اس کے لئے ایک الگ مجموعہ بعنوان ”ہسپتالی شاعری“ ترتیب دے چکا ہوں جو انشا اللہ جلد ہی آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی

سربراہ شعبہ اطفال، نیشنل انسٹیٹیوٹ فار ہینڈی کیپڈ اسلام آباد

مکان نمبر ۸۷۱- سٹریٹ ۳۳ سیکٹر آئی ایٹ ٹو، اسلام آباد



”مزاحِ ایون“ کانیا کھلاڑی

اگر مزاح لکھنا مشکل ہے تو اچھا مزاح لکھنا اچھا خاصا مشکل ہے لیکن جن لوگوں کے مزاح میں مزاح ہو اُن کے لئے اس راستے کی کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی۔ اُن کی زندگی کے عمومی رویئے انہیں آسانیاں فراہم کرتے چلے جاتے ہیں، اور وہ پے بہ پے معر کے مارتے چلے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر مظہر عباس رضوی کا شمار بھی ایسے ہی تخلیق کاروں میں ہوتا ہے، جو بڑی سہولت سے، بڑی آسانی سے اور بڑی روانی سے تخلیق کے زینے کی زینت بنتے چلے جاتے ہیں۔ اُن کی پہلی کتاب پر میں چونک گیا تھا۔ پھر اُن کی دوسری کتاب آنے پر میرا یہ شک مکمل طور پہ یقین میں بدل گیا تھا کہ آپ ”مزاح ایون“ میں ”سلیکٹ“ ہونے ہی والے ہیں، کیونکہ اس کتاب میں انہوں نے ظرافت کی پچ پر جو چوکے اور چھکے مارے تھے وہ صاف غمازی کر رہے تھے کہ یہ آسانی سے ”کیچ آؤٹ“ ہونے والے نہیں۔

ہر چند کہ اس دور کو بجا طور پر طنز و مزاح کا زریں دور کہا جاتا ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی دور میں کئی مزاح نگار قلم ہاتھ میں پکڑتے ہی ”ایل بی ڈبلیو“ ہو گئے، لیکن ڈاکٹر مظہر عباس رضوی ہیں کہ ”ہیٹ ٹرک“ مکمل کئے بیٹھے ہیں اور اس سے بھی آگے کی سوچ رہے ہیں۔

ڈاکٹر مظہر عباس کی موجودہ کتاب پڑھنے والے کے ہونٹوں کو



ہی نہیں اس کی سوچ کو بھی ہنسنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ انہوں نے مختلف معاشرتی مسائل کو بڑے فنکارانہ انداز کے ساتھ اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ ڈاکٹر صاحب پیشے کے اعتبار سے مسیحا اور معالج ہیں مگر مشغلے کے لحاظ سے مزاحیہ شاعر ہیں اور میرا خیال ہے کہ یہی ان کی اول و آخر شناخت ہوگی۔

یکم اکتوبر ۲۰۰۴
ڈاکٹر انعام الحق جاوید
سربراہ شعبہء لسانیات و پاکستانی زبانیں
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
<http://www.kitaabghar.com>



”اوکھا“ اور انوکھا شاعر

اردو شاعری میں چارہ گری کے بارے میں جا بجا دلچسپ اور طنزیہ اشعار ملتے

ہیں، مثلاً

ہر چارہ گر کو چارہ گری سے گریز تھا

ورنہ ہمیں جو دکھ تھے بہت لا دوا نہ تھے

لیکن اگر چارہ گر یعنی ڈاکٹر خود ہی اپنے پیٹھے اور اسپتالی ماحول کو شگفتہ طنز کا نشانہ بنائے تو اس کا وار خالی نہیں جاسکتا۔ ایسے ظریفانہ اشعار پڑھ کر قاری یا سامع ایک خوشگوار حیرت سے دوچار ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر رضوی کے دو مجموعہ ہائے کلام منصفہ شہود پر آچکے ہیں۔ یہ ان کی تیسری کتاب ہے، جس میں شامل بیشتر اشعار میں ظرافت اور ذکاوت کی چمک دمک دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے اسپتال سے باہر نکل کر دوسرے ”مقاماتِ آہ فغاں“ کا بھی بغور مشاہدہ کیا ہے اور اپنے مشاہدات کو ”شوگر کوٹڈ“ گولیوں کے پیکر میں ڈھال کر قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ چنانچہ مزاح گوئی میں انہوں نے ایسا انداز اپنایا ہے جو ”اوکھا“ بھی ہے اور انوکھا بھی۔

۲۰ اکتوبر ۲۰۰۴

سرفراز شاہد

۲۷ جی نائن فور، اسلام آباد



مرغی نامہ

پچھلے دنوں دنیا کے کئی ممالک بشمول پاکستان میں، مرغیوں میں برڈ فلو کی بیماری پھیلنے کے سبب لاکھوں مرغیاں تلف کرنی پڑیں، اور اس کی وجہ سے مرغیوں کی قیمتوں میں بھی اچانک اتنی کمی واقع ہو گئی کہ غریب عوام بھی بہ آسانی اس سے کچھ عرصے کے لئے لطف اندوز ہو سکے۔ یہ اشعار اسی پس منظر میں لکھے گئے ہیں۔

گرانی کر نہ سکی تھی جو رام مرغی کو
ترس گئے تھے ہمارے عوام مرغی کو
لگا سکا تھا، نہ کوئی لگام مرغی کو
کیا ہے ”برڈ فلو“ نے اب عام مرغی کو
اسی کے دم سے ہیں مطبخ کی رونقیں ساری
ملا ہے ارفع و اعلیٰ مقام مرغی کو
ہیں ایک ہم کہ جو انڈے بھی چھو نہیں سکتے
ہیں ایک وہ کہ تللیں صبح و شام مرغی کو
پروں نے، کلغی نے اور مل ملا کے پنچوں نے
کلو بنا دیا چھ سو گرام مرغی کو



چکن پلاؤ ، چکن سوپ اور چکن برگر
پکائیں جس طرح اب چاہیں خام مرغی کو
چکن کے کپڑے پہن کر وہ خوب اترائیں
ملا نہ ایسا کبھی احتشام مرغی کو
یونہی تو کہتے نہیں ہم کو مِلّتِ بیضا
اڑا کے انڈے ، کریں ہم سلام مرغی کو
لڑے جو خوان پہ آپس میں آج دو منلا
سنا ہے کر گئے ہیں وہ حرام مرغی کو
ٹھہر کے آج ذرا تو مزاج ”شیور“ دیکھ
لگا نہ ہاتھ یوں نازک خرام مرغی کو
سناؤں گا یہ غزل آج جا کے ڈربے میں
پسند آئے گا میرا کلام مرغی کو
شکم زدوں کے ہے لب پر یہی دُعا مظہر
سدا رہے یونہی نزلہ زکام مرغی کو





غزل کا اغواء

(اپنی غزل پہ تفسیر دیکھ کر اور بچل شاعر کی فریاد)

یہ شور کرتا تھا شاعر غزل کے ایوان میں
چھپی ہے کیسے غزل میری اُن کے دیوان میں
وہ چاہے کرتے کسی بھی حسین پر قبضہ
انہوں نے کیوں کیا میری زمین پر قبضہ

ستم تو یہ ہے قوافی بھی سارے چھین لئے
سپیرا رہ گیا ہے صرف اپنی بین لئے

زمین میری ہے، اس پر ردیف میرا ہے
کہ جو غزل کا ہے محور، ردیف میرا ہے
نہیں ہے کوئی بھی شعرِ نحیف قابلِ ذکر
غزل میں صرف ہے میرا ردیف قابلِ ذکر

اگرچہ لکھتے ہیں اس میں وہ اپنا افسانہ
مگر چرایا ہے میرا ہی سارا پیمانہ



گرہ لگائی ہے کچھ ایسے میرے مصرعے پر
مرے خیال کو اُلٹا کے رکھ دیا یکسر
کہیں تو نام پہ تضمین کے یہ کام کیا
کہ پورا مصرعے کا مصرعہ نگل لیا میرا
اُجاڑا اس طرح اشعار کا چمن میرا
کہ مجھ سے چھین لیا موضوعِ سخن میرا
”کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے“
کہ کیوں انہیں مرے مصرعے پہ حال آتا ہے
غزل کہی تھی فقط میں نے جانِ جاں کے لئے
لکھی نہ تھی کوئی یارانِ نکتہ داں کے لئے
جو شعر سرقہ ہوئے کو بہ کو تلاش کروں
”میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں“
سناؤں کس کو میں دُکھڑا، کروں میں کیا فریاد
وہ میرے حصے کی بھی کھا گئے ہیں ساری داد
رپٹ یہ درج کراؤں گا جا کے تھانے میں
کہ ڈالو چوٹے شاعر کو جا کے تھانے میں



پارسا کے ہاتھ

نامہ ہمارا لگ گیا اک پارسا کے ہاتھ
گویا فسانہ آگیا خلقِ خدا کے ہاتھ
ہم سے منگائی مہندی ، بیاہ اُس سے کر لیا
اُس شوخ نے دکھائے ہیں شادی رچا کے ہاتھ
پامسٹری کی مسٹری تو جوں کی توں رہی
وہ فیس لے کے چل دیئے ہم کو دکھا کے ہاتھ
دولہا سنا ہے گھر میں ہے بے ہوش اب تلک
دلہن نے کل دکھائے تھے ناخن لگا کے ہاتھ
ڈاکا جو ڈالا حُسن نے عاشق کی جیب پر
وہ دیکھتا ہی رہ گیا اُس دلربا کے ہاتھ
پھر ناچتے ہیں تارے نگاہوں کے سامنے
چلا کے بیوی بولتی ہے جب نچا کے ہاتھ



دفتر کا کوئی کام نہ ہوگا عزیز من
جب تک نہ مٹھی گرم کرو گے دبا کے ہاتھ
اک ابتلا میں ڈالا ہے مہنگائی نے ہمیں
ایسے بھی سخت ہوں گے بھلا کیا قضا کے ہاتھ
جوڈو کراٹے سیکھ لئے نازنین نے
لگ جائے گا پتہ جو لگے دل رُبا کے ہاتھ
کھوٹے کھرے ملے ہیں کچھ آپس میں اس طرح
پہچانے جاتے ہی نہیں خواجہ سرا کے ہاتھ
آیا یقین گھومتی ہے کائنات بھی
مارا جو اس نے زور سے ہم کو گھما کے ہاتھ
خارش تھی گرچہ ہاتھ میں دولت نہ مل سکی
صد حیف ہم تو رہ گئے مظہر کھجا کے ہاتھ



ادبی محبوبہ

سوچئے تصویرِ محبوبِ حسین
سانپ ہوں برعکسِ زلفِ عنبریں
ہے تصور ایسے انساں کا محال
پشیم انساں کی جگہ پشیمِ غزال
جھیل کی گہرائی ہو رُخ پر کہیں
آنکھ کھلائے گی وہ ہرگز نہیں
پلکیں بڑھ جائیں کہیں حد سے اگر
بھاگیں عاشق ڈر کے اُن کو دیکھ کر
گر کھلیں ہوں سُرخ ہونٹوں پر گلاب
بوسہ دیں تو کانٹیں چھ جائیں جناب
گال کی جا پر اگر ہوں سیبِ دو
ایسے انساں کو شجر ہی پھر کہو
لڑیاں موتی کی ہوں دانتوں کے بجائے
کیسے پھر کچھ آپ کا محبوب کھائے



مرمریں ہو جسم تو کیسا لگے
سِل ہو پتھر کی تو کوئی کیا کرے
ہو صراحی پتلی گردن کی جگہ
کیا کریں گے آپ اُس محبوب کا
پیاس بجھ جائے گی ایسے دید کی
یاد آئی تو صراحی دیکھ لی
ہو اگر معشوق کی پتلی کمر
پیٹ کا تربوز ہی آئے نظر
جسم دو حصوں میں یوں تقسیم ہو
ریڑھ کی ہڈی کی جس میں ”بیم“ ہو
سوچئے گر حسن شعلہ بار ہو
ہر طرف حدت کی بس یلغار ہو
حُسن چھپ جائے بھیانک آگ میں
اور عاشق اُس جہنم میں جلیں
پڑھ کے تشبیہات یہ صورت بنے
نقش ابھریں ذہن میں اک بھوت کے



استخوانی غزل

اُستخواں ہیں بدن میں ہر جانب
گوشِ خانہ خراب میں ہڈی

ہیں گرانی میں چھپھڑے نایاب

اب نظر آئے خواب میں ہڈی

بولا سرجن اک آرتھوپیدک

کانٹا کیا ہے گلاب میں ہڈی

مُرخ سالم ڈکار لے واعظ

اور میرے ثواب میں ہڈی



نرس کے ساتھ اُس کے ابا جی
یوں ہیں جیسے کباب میں ہڈی

کام ہو جائیں گے ترے فوراً
پھینک اُن کی جناب میں ہڈی

جب کریں ہم سوال بوٹی کا
دیتے ہیں وہ جواب میں ہڈی

<http://www.kitaabghar.com>

شعر پڑھتے رہے میاں مظہر
رہ گئی اُن کی قاب میں ہڈی



روٹھی بیوی سے خطاب

(عبدالحمید عدم سے معذرت کے ساتھ)

جو دیکھے تھے سنے سہانے ترے
کہیں ہو گئے گم فسانے ترے
نہ پہلی سی اب وہ محبت رہی
نہ پہلے سے ہیں دوستانے ترے
”لڑائی کے منظر نگاہوں میں ہیں“
وہ کانوں میں گونجیں ہیں طعنے ترے
گئی مجھ سے لڑ کر مری جان کیوں
بتا حکم میں نے نہ مانے ترے؟
اگر کام سے تھک گئی ہے بتا
دبانے کو آجاؤں شانے ترے
”بس اک داغ چمٹا مری کائنات“
جبین پر رقم ہیں فسانے ترے
ہرے زخم کرنے مرے پاس آ



کہ تازہ ہوں پھر تازیانے ترے
مرا گھر چلے گا یہ کیسے بتا ؟
جو میکے میں ہوں گے ٹھکانے ترے
ترے بعد ہنگامہ کرتے ہیں سب
یہ چھوٹے ، بڑے ، درمیانے ، ترے
عجب مارا ماری ہے گھر میں پیا
ہے رضیہ کو مارا رضا نے ترے
تبسم کی چُسنی کہیں کھو گئی
وہ اب گا رہی ہے ترانے ترے
اُدھیڑا ہے تکیہ لڑائی میں یوں
لگے روئی بچے اُڑانے ترے
تہی چادروں سے ہیں بستر تمام
زمیں پر پڑے ہیں سرہانے ترے
ہے مشکل کہ مل جائیں برتن وہی
جو سیٹ توڑ ڈالے ردائے ترے
بتا اب کہاں سے یہ سب آئے گا



نہ میرے ، نہ ہیں کارخانے ترے
ہے چھوٹا بہت چیتا پیٹتا
بڑا مجھ کو دیتا ہے طعنے ترے
ہیں سب بچے تیری طرح بے سُرے
وہ روئیں تو یاد آئیں گانے ترے
کوئی حکم اب مانتا ہی نہیں
نہ میری کچھری ، نہ تھانے ترے
خدارا مجھے بخش دے کچھ سکوں
تجھے ہوں مبارک خزانے ترے
میں کل بھی تجھے لینے آیا تھا گھر
نہ گھسنے دیا تھا چچا نے ترے
مری جان اب رُوٹھنا چھوڑ دے
مجھے آگئے ناز اُٹھانے ترے
کروں گا نہ کوئی ستم جانِ جاں
میں گاتا رہوں گا ترانے ترے





مرے آگے

(ڈھٹائی کے اس دور میں چچا غالب سے بغیر معذرت کے)

اس دور میں آیا نہیں کیا کیا مرے آگے

گولی مرے پیچھے ہے تو گولا مرے آگے

اُگتا ہی گیا گرچہ بہت باڑ لگائی

”باغیچہء اطفال ہے پھیلا مرے آگے“

کھاتا ہے چنے اور مکافاتِ عمل میں

کرتا ہے شب و روز دھماکا مرے آگے

حجام نے گنجے سے کہا معاف کریں جی

میں گھاس کہاں ڈھونڈوں ہے صحرا مرے آگے

یہ ٹھیک ہے میخانے میں موجود تھا میں بھی

بیٹھے تھے مگر حضرت والا مرے آگے

سسرال کی یلغار ہے ، میں یگا و تنہا

سالی مرے پیچھے ہے تو سالا مرے آگے

کھاتی ہے چکن مجھ سے وہ چُھپ چُھپ کے کچن میں

رکھتی نہیں ہر گز کبھی مرُغا مرے آگے



اس دور میں تو ڈھل گیا آنکھوں کا بھی پانی
اب پانی ملاتا ہے گوالا مرے آگے
مولانا یہ بولے کہ نہیں کچھ من و سلوی
رکھ دے کوئی بس حلوہ پراٹھا مرے آگے
تعمیر غزل کے لئے کیا خوب زمیں دی
غالب کو کہو اس لئے اچھا مرے آگے
اس دورِ ترقی کا ثمر دیکھنا مظہر
پھرتی ہے دھڑلے سے زینجا مرے آگے

<http://www.kitaabghar.com>





آنکھیں

خوب کرتی ہیں پھر تو خوار آنکھیں
جب دکھاتا ہے ہم کو یار آنکھیں
شب کے پچھلے پہر ڈراتی ہیں
اُس کے ابا کی تھانیدار آنکھیں
کب غم عشق تھا؟ الرجی تھی!
دے گئیں دھوکا اشکبار آنکھیں
چوٹ لگتی ہے دل پہ ان سے بہت
دیکھ یوں زور سے نہ مار آنکھیں
اتنا مہنگا لگایا ”لینرز“ کہ اب
ہو گئیں خوب مالدار آنکھیں
آگئے ہیں پہن کے وہ عینک
اور کرتے ہیں ہم سے چار آنکھیں
کیسے اب وہ نظر چرائیں گے
ہم دکھائیں گے بار بار آنکھیں



تخیل شاعر

(عاجز بیوی کا شاعر سے خطاب)

قافیہ باندھتے باندھتے یہ ہوا
قافیہ تنگ تو نے مرا کر دیا
نئے مکاں ہے، نہ اپنی زمیں ہے کہیں
گھر غزل کی زمیں پر بنائے گا کیا؟
شعر سے دور ہوتی ہے کب تیرگی
گھر میں بجلی نہیں شمع جاں کو جلا
اے مرے شوہر شاعر خستہ تن
اس تخیل کی دنیا سے باہر بھی آ
چاہتا ہے اگر گھر میں کھانا ملے
چل کے ”اتوار بازار“ سودا یہ لا
بھوک سے سارے بچے ہوئے جاں بہ لب
گھر میں کھانا نہیں ان کو کھانا کھلا
گیس ہے منقطع اک مہینے سے اب
ہائے تو نے ابھی تک نہ یہ پل دیا



گھر میں ماچس کی تیلی بھی اب تو نہیں
سوزِ غم سے ذرا گھر کا چوٹھا جلا
آہِ سوزاں میں بھر دے تپش اس طرح
ایک گھنٹے میں پک جائے کھانا مرا
داد لینے سے گر پیٹ تیرا بھرے
ڈونگرے داد کے تجھ پہ برساؤں آ
اک غزل چھیڑ ایسی کہ ہو پُر شکم
بھوک میں شعر دیں فیرنی کا مزا
تُو تخیل کی دنیا میں گم ہے تو پھر
بس تخیل تخیل میں کھانا اڑا
ہے خیالی پلاؤ ترے واسطے
ڈال دے اس میں شعروں کی چٹنی ذرا
ہو تخیل تو سبزی بھی مرغی بنے
چشمِ حیرت کو وا کر کے ”ٹیل“ پہ آ
یوں تخیل کی دنیا کو آباد کر
مرغ و ماہی سمجھ کر نری دال کھا





رئیسہ

تشخیص کے سب ٹیسٹ کہا دیکھ کے میں نے
ہاں! ٹھیک نظر آتے ہیں اعضائے رئیسہ
سن کر یہ بیاں پاس سے بیوی مری بولی
شوہر کو مرے چھینتی ہے وائے رئیسہ
بیمار ہوں اور میری اسے فکر نہیں ہے
کرتا ہے مگر صبح و مسا ہائے رئیسہ
اک ٹیسٹ بھی میرا تو کراتا نہیں کوئی
اور دیکھتا رہتا ہے یہ اعضائے رئیسہ
نواب کی بیٹی ہوں، نہیں کم میں کسی سے
مرعوب نہیں ہوتی ہوں آجائے رئیسہ
جائے گی کہاں بچ کے مرے ہاتھ سے سوکن
چھوڑوں گی نہیں مجھ کو جو مل جائے رئیسہ
ہے کون یہ کل مکھی خدا ہی اسے سمجھے
رہتی ہے کہاں کوئی یہ بتلائے رئیسہ



یرقان آرزو

(اختر شیرانی سے معذرت کے ساتھ)

دل میں نہیں ہے کوئی بھی طوفانِ آرزو
کٹ پھٹ گیا ہے سارا ہی دامنِ آرزو
مہنگائی نے تو رکھ دیئے بنجے اُدھیڑ کر
جائیں کہاں پہ چاک گریبانِ آرزو
رہتی نہیں ہے کوئی بھی خواہش پھر اسکے بعد

یرقانِ جیب کرتا ہے یرقانِ آرزو
اس دورِ مارکیٹ نے پھیلائی مارپیٹ
انسان کو بنادیا حیوانِ آرزو
اُٹھتے ہیں روز خواہشیں لے کر نئی نئی
ہوتے ہیں روز دست و گریبانِ آرزو
اب خواہشوں کا کوئی گلا گھونٹتا نہیں
رشوت سے کرتے رہتے ہیں درمانِ آرزو
خواہش ہے بیگمات کی سب کچھ خرید لیں
”آں را شمار گن با مریضانِ آرزو“



اب تو جگہ رہی نہیں اک چارپائی کی
پُر ہو گیا ہے اس طرح دالانِ آرزو
منہ زور خواہشوں کا ہے گھوڑا ، لگام دے
کر جیب خالی ، بھر ذرا چالانِ آرزو
ہر اشتہار پیدا کرے آرزو نئی
ہم بن گئے ہیں گویا غلامانِ آرزو
مظہر بتائیں کیا تمہیں گزری تھی جیب پر
خالی ہوئی وہ جب دیا تاوانِ آرزو

<http://www.kitaabghar.com>





ننھے کے ابا سے

امیرالاسلام ہاشمی کی نظم ”ننھے کی اماں سے“ پڑھنے کے بعد۔ تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے کے لئے ننھے کی اماں کا موقف پیش کیا گیا ہے۔

رونقِ دفتر کیا تو نے مرا خانہ خراب
چند گھنٹہ آتا ہے گھر میں مرے بن کر عذاب
اس طرح آماجگاہِ شور و شر بن جائے گا
کیا خبر تھی تیرا دفتر میرا گھر بن جائے گا
ایک دو بچوں کی خواہش تھی مجھے بھی جانِ جاں
تو نے درجن بھر کی مجھ سے ٹیم بنوا دی یہاں
ساری تصویریں نہیں میری یہ کچھ تیری بھی ہیں
ساری تفصیریں نہیں میری کہ کچھ تیری بھی ہیں
پردہء شب میں نہاں اعمال کی تفسیر ہیں
ظلمتوں کی اوٹ سے نکلی ہوئی تنویر ہیں



مجھ سے تنہا چل نہیں سکتا یہ کاروبار تھا
میں نہ تھی بالکل اکیلی تو شریکِ کار تھا
تو یہ کہتا تھا کہ تجھ کو چاہئے ہے اک پسر
تیری خاطر طے کئے میں نے کئی لمبے سفر
کوششوں میں میری نیت گرچہ بالکل نیک تھی
ہر دفعہ لیکن تری قسمت میں دُختر ایک تھی
نو مہینے کا بھی وقفہ تھا تجھے بارِ گراں
رفتہ رفتہ بن گئی میں درجنوں بچوں کی ماں
شرحِ پیدائش تھی اتنی تیز کیا بتلاؤں میں
مجھ سے ممکن ہی نہ تھا گاڑی کو اب رکواؤں میں
کر رہا ہے اب مجھے آگاہ نقصانات سے
اور تب سوچھی نہیں بہبودِ آبادی تجھے
زر کی ہو افراط تو خطرہ نہیں اس میں مگر
کہہ رہا ہے تو کہ ہے خطرہ جو ہو افراطِ سر
یہ بتا مجھ کو کہ تو ہے کیوں پریشاں اس قدر
باعثِ شرمندگی کیوں بن گئے تیرے پسر



آگئی میں تیرے گھر میں تھا مرا بختِ سیاہ
شکل و صورت میری بگڑی ہوگئی حالتِ تباہ
تجھ کو اس سے کیا غرض کوئی جیئے کوئی مرے
مجھ کو بد ہیبت کیا ، تجھ کو خدا غارت کرے
اتنے بچے کر دیئے پیدا مجھے تو داد دے
لگ پتہ جائے تجھے گر ایک تو پیدا کرے



<http://www.kitaabghar.com>



زمانہ اُلٹا

بات سیدھی ہے ، نہیں کوئی فسانہ اُلٹا
آگیا اب تو مری جان زمانہ اُلٹا
مونچھ، داڑھی نہ تھی زلفیں تھیں پسر کی، اس پر
”بوائے۔ کٹ“ کر کے چلی آئی ریحانہ اُلٹا
کل تلک ڈالتے تھے لڑکے ہی ان کو دانہ
آج کل ڈالتی ہیں لڑکیاں دانہ اُلٹا
خط جو پھینکا تھا اُسے باپ نے فٹ کیچ کیا
وائے قسمت کہ لگا میرا نشانہ اُلٹا
بھاگ نکلے نہ وہ پچھلے کسی دروازے سے
جانب کوچہء جاناں ہو روانہ اُلٹا
اختراع کرتے رہے ایک بہانہ شب بھر
کر دیا اس نے وہی ہم سے بہانہ اُلٹا
اُلٹی آ جاتی ہے گر ہوں کہیں باتیں اُلٹی
نہ سنا ہم نے کسی سے بھی، کہا نہ اُلٹا
سیدھا رستہ جو دکھائیں تو نہ مانیں اس کو
اب تو مظہر کو وہ کہتے ہیں دوانہ اُلٹا



مُفت خور

سحر سے شام تک میں اینڈتا بستر میں رہتا ہوں
مجھے مل جائے سب کچھ مفت اِس چکر میں رہتا ہوں

ہے دُر مجھ کو نہ رشوت کا نہ ہے خوفِ غلط کاری
کہ میں تو مفت خورا ہوں ، فریبِ زر میں رہتا ہوں

دہن میرا ہو ، اُن کی جیب ہو پھر غم نہیں کوئی
میں شہہ سرخی نہیں بنتا ہوں پس منظر میں رہتا ہوں

تلاشِ رزق میں خواری کرو تم مفت خوری میں
پھر اس کے بعد مل بیٹھیں اسی چکر میں رہتا ہوں

نہیں رکھتا ہوں یونہی میں ہر اک سے دوستی یاری
ردائے خوش مزاجی اوڑھ کر ہر گھر میں رہتا ہوں



نہیں دیوار و در اپنے ، کریں گلکاریاں بچے
ہو بیڑا غرق ، میرا کیا ؟ کب اپنے گھر میں رہتا ہوں !

سواری کے لئے میں ڈھونڈتا ہوں نت نئے رستے
تلاشِ اسپ میں ، گاہے تلاشِ خر میں رہتا ہوں

وہ سر کو لاکھ جھٹکیں اب نہیں اُن کو مفر مجھ سے
میں سر کا درد بن کر اب تو اُن کے سر میں رہتا ہوں

<http://www.kitaabghar.com>

چپک جاتا ہوں جب اُن سے ، جدا وہ کر نہیں سکتے
وہ ایسا کوٹ ہیں کہ جس کے میں استر میں رہتا ہوں

ترقی کی مجھے خواہش نہیں کوئی یونہی خوش ہوں
میں جس کیڈر میں آیا تھا، اُسی ”Cadre“ میں رہتا ہوں





سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
(نظیر اکبر آبادی کے نقش قدم پر)

ٹیکے لگا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
پڑیاں بنا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
ورزش کرا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
الو بنا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر
دولت کما رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر

ڈسپینسر ، حکیم ، پڑی۔ باز ڈاکٹر
عطار و وید و ہومیو ، نباض ڈاکٹر
ہمسائے سارے ہمد و دمساز ڈاکٹر
اپنا بجا رہا ہے ہر اک ساز ڈاکٹر
سب کو سنا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر



کمپوڈری کا کورس کیا ڈاکٹر بنے
ٹیکے لگائے لوگوں کو اور جیب کو بھرے
کیا کیا کرشمے سب کو دکھاتا ہے دیکھ لے
انجیکشنوں کے اور ڈریپوں کے زور سے
پیسے بنا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر

سرجن بھی ڈاکٹر ہیں فزیشن ہیں ڈاکٹر
کچھ مرد ڈاکٹر ہیں تو کچھ زن ہیں ڈاکٹر
بیماریوں کی جان کے دشمن ہیں ڈاکٹر
بیمار کے تو قلب کی دھڑکن ہیں ڈاکٹر
جو دل دکھا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر

دارالشفاء بناتا ہے یاں ڈاکٹر میاں
پھر دار پر چڑھاتا ہے دے دے کے گولیاں
کھاتا ہے ڈاکٹر یہاں سب کی کمائیاں
وہ بھی ہیں ڈاکٹر کہ جو دیکھیں فری یہاں
دولت لٹا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر



یاں آدمی پہ جان کو وارے ہے ڈاکٹر
اور آدمی کو آپ ہی مارے ہے ڈاکٹر
کپڑے پہنا کے کپڑے اُتارے ہے ڈاکٹر
ہر شخص دیکھو پھر بھی پکارے ہے ڈاکٹر
گھر گھر جو جا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر

بیٹھے ہیں ڈاکٹر ہی دکانیں لگا لگا
اور ڈاکٹر ہی پھرتے ہیں کاروں میں دیکھنا
ان کے مطب بھی شہر میں بکھرے ہیں جا بجا
کس کس طرح یہ بچیں ہیں ہر سمت مشورہ
دھکے جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر

کپسول، ٹیکے، گولیاں، شربت، ہزار ہا
بیمار آدمی کے لئے نسخہء شفاء
روزانہ لائے * کمپنی والا نئی دوا
طے ہے ہر اک دوا کا کمیشن جدا جدا
ان سے کما رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر



سرجن کی فیس اور ، فزیشن کی فیس اور
گولی نگلنا اور ہے ، ٹیکے کی ٹیس اور
غرّبت میں فیس اور ، برائے رئیس اور
**”جی پی“ یہ کہہ رہا ہے کہ دے مچھکوتیس اور
دل کو جلا رہا ہے سو ہے وہ بھی ڈاکٹر

کتاب گھر کی پیشکش

.....
<http://www.kitaabghar.com>

- ۱۔ * کمپنی والا:- medical representative، جو دوائیوں کی کمپنی
میں ملازم ہوتا ہے اور ادویات مشتہر کرتا ہے۔
- ۲۔ **جی پی:- General Practitioner، جنرل پریکٹیشنر۔
ایم۔ بی۔ بی۔ ایس ڈاکٹر جو سارے عمومی امراض دیکھتا ہے





غریقِ حُسن ، دلِ مست و بے قرار ہوا

نہ جانے غرق ہوا یا کہ بیڑا پار ہوا
غریقِ حُسن ، دلِ مست و بے قرار ہوا
ہوا تھا عشق کے عالم میں پارہ پارہ کبھی
گریاں آج لڑائی میں تار تار ہوا
دروغ گوئی نہیں عیبِ اس زمانے میں
جو بولا سچ ، وہی دنیائے زر میں خوار ہوا
غریبِ شہر ہی پھرتا ہے منہ چھپائے ہوئے
امیرِ شہر کبھی بھی نہ شرمسار ہوا
حضورِ حُسن نہ وہ اذنِ باریابی دے
مرا رقیب مرا یارِ طرح دار ہوا
نہ مانگ سکتا ہے وہ ، اور نہ چھین سکتا ہے
پھنسا وہی ہے ہمیشہ جو وضع دار ہوا



زمیں کو بچ دیا ، آسمان کو بچ دیا
وطن میں میرے یہی ایک کاروبار ہوا
ہمیں پسند ہیں شعلہ بیاباں اُس کی
ملیں گی روٹیاں اب گرم ، یہ قرار ہوا
رپٹ کراؤں گا میں آج جا کے تھانے میں
کہ مجھ پہ تیر نظر سے پھر آج وار ہوا
ہمیں خمار چڑھا تھا نگاہِ الفت سے
کہا طیب نے مظہر تجھے بخار ہوا

<http://www.kitaabghar.com>





غرض ہے

جو چل رہا ہے اس کو گرانے سے غرض ہے
سب کو یہاں پہ ٹانگ اڑانے سے غرض ہے
لیڈر کو صرف قوم پٹانے سے غرض ہے
رستہ کوئی ہو اس پہ چلانے سے غرض ہے
عاشق کو اُن کے ناز اُٹھانے سے غرض ہے
شادی شدہ کو روٹیاں کھانے سے غرض ہے
شاعر کو اپنا شعر سنانے سے غرض ہے
دشتِ سخن میں نام کمانے سے غرض ہے
”ہوٹنگ“ ہے بزمِ شعر سے اسیمبلی، تلک
اک دوسرے کو صرف تپانے سے غرض ہے
اوجھل ہیں اپنی آنکھ سے اپنی کہانیاں
سب کو ہی دوسروں کے فسانے سے غرض ہے



سرکاری فون ہو تو کریں فکر پل کی کیوں
نمبر کوئی ہو، اُس کو ملانے سے غرض ہے
بتلائیں پھر مریض کا ہوگا آل کیا
جب ڈاکٹر کو مال بنانے سے غرض ہے
انگارے وہ چباتے رہیں ہم کو اس سے کیا
مظہر ہمیں تو پان چبانے سے غرض ہے

<http://www.kitaabghar.com>





پانچواں فرشتہ

ہیں فرشتے یہ چار جن کے نام
ہم نے بچپن میں اپنی ماں سے سُنے
سب سے افضل ہیں ان میں جبرائیل
لے کے قرآن جو سوئے فرش بڑھے
موسموں کے لئے ہیں میکائیل
حکم جن کا ہواؤں پر بھی چلے
موت کا ہے فرشتہ عزرائیل
کام جس کا ہے روح قبض کرے
اور پھونکیں گے صور اسرافیل
یہ قیامت خدا کرے نہ پڑے
اک فرشتہ ہے پانچواں بھی مگر
کہنے والے یہ مجھ سے کہنے لگے



دیتا پیغام یہ بھی ہے سب کو
وقت کوئی ہو دن کہ رات ڈھلے
اس کی آواز صورِ اسرافیل
کوئی سُن لے تو کان پھٹنے لگے
محفلوں میں مچائے دھوم بہت
خامشی کی یہ ایسی تیسی کرے
یہ نکیرین کا ہے ہم پلّہ
ہر کسی کے یہ ساتھ ساتھ پھرے
کوئی لیکچر ہو کوئی میننگ ہو
دن بُلّائے ہر اک کے ساتھ چلے
نامِ نامی ہے اس کا موبائیل
چپ ہی رہے کہ پھر نہ بجنے لگے





ویگن

کر کے مجھ کو سوار ویگن میں
بھول بیٹھا ہے یار ویگن میں
یوں کیا مجھ کو خوار ویگن میں
چڑھ گیا ہے بخار ویگن میں
سب ہیں مجھ پر سوار ویگن میں
میں ہوں سب پر سوار ویگن میں
ایک چیخ و پُکار باہر ہے
ایک چیخ و پُکار ویگن میں
اتنی قُربت سے خوف آتا ہے
باندھتا ہوں حصار ویگن میں
ایک مُشکل سے پھنس نہیں سکتا
وہ گھساتا ہے چار ویگن میں
جانے کس سمت سے چلی تھی ہوا
کر گئی مُشکبار ویگن میں
کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے
سونگھئے بس ڈکار ویگن میں



مک مُکا ہو سکا نہ جب باہر
چڑھ گیا تھانیدار وِگن میں
سیٹ آگے کی پیش کر کے وہ
چھیڑے اب دل کے تار وِگن میں
ہے من و تو کا سلسلہ جاری
دونوں ہیں بے قرار وِگن میں
اجنبی اجنبی ملے سباہم
بن گئے رازدار وِگن میں
لے رہا ہے ٹکٹ بھی اب اُن کا
عاشق نامدار وِگن میں
ہے ہر اسٹاپ پر قیام اس کا
کیجئے انتظار وِگن میں
ہے مٹاپا بُری بلا مسٹر
چڑھئے اب قسط وار وِگن میں
اے خدا یہ سفر بخیر رہے
ہو تصادم نہ کار وِگن میں





بجٹ کے بعد

پانی لگے گا تم کو بھی کھارا بجٹ کے بعد
گھر میں نہ آنا میرے خدارا بجٹ کے بعد
ہوگا نہیں جو اس کا گزارا بجٹ کے بعد
شادی کرے گا کیسے کنوارا بجٹ کے بعد
پتلون کی جگہ مجھے نیکر تھا دیا
کپڑا سکڑ کے رہ گیا سارا بجٹ کے بعد
اللہ کا شکر ہے کہ ہم آگے بڑھے تو ہیں
کافی بڑھا ہے اپنا خسارا بجٹ کے بعد
پیدا ہوئے نہ کیوں مرے بچے بجٹ سے قبل؟
چلایا ایک باپ بچارہ بجٹ کے بعد
پہلے بجٹ سے ”سیل“ لگاتے ہیں جس کی وہ
ہرگز نہیں یہ اُن کو گوارا بجٹ کے بعد
زخمی کیا تھا ہم کو گرانی نے اس سے قبل
مہنگائی نے ہمیں تو ہے مارا بجٹ کے بعد
مہنگائی سے پھر آگ لگی مارکیٹ میں
نکلا تھا اس کا ایک شرارہ بجٹ کے بعد



مُشکل سے

گرانی سے تو ملے گی رہائی مشکل سے
نکلتی منہ سے ہے اب تو دُہائی مشکل سے
فرار گائے ہوئی پھر بھی جلد پکڑی گئی
مگر گرفت میں آیا قصائی مشکل سے
منانا گرچہ خدا کو نہیں ہے کچھ مشکل
منائی جاتی ہے ساری خدائی مشکل سے
اُڑا رہے ہیں وہ مرغا، نہاری، اور پائے
میں جوڑتا ہوں یہاں پائی پائی مشکل سے
یہ ”ڈائینگ“ کا اثر تھا کہ آج وقتِ وصال
ہمارے ہاتھ میں آئی کلائی مشکل سے
وہاں پہ ہوتا ہے ہر سال اک نیا بچہ
جہاں پہ آتی ہے اک چارپائی مشکل سے
ہے چاند رات دُکاں کھول آج مہندی کی
ملے گا پھر تجھے دستِ حنائی مشکل سے
مٹی ہے گنج ہماری بہ فیض ”ٹرانسپلانٹ“
یہ فصل ہم نے ہے سر پہ اُگائی مشکل سے



آغازِ سالِ نو

عادت یہ اپنی اپنی ہے یہ اپنی اپنی ریت
ہم مُسکرا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو
آغازِ جشنِ عیسوی ہوتا ہے یوں کبھی
محفل جما کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو
دیکھے ہیں ہم نے اہل طرب مست مست بھی
جو پی پلا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو
ہوتا ہے پھر فساد، شبِ سالِ نو میں یوں
کچھ لوگ گا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو
اور جب پولیس دوڑتی ہے اُن کے پیچھے خوب
اس کو بھگا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو
بھاتی نہیں ہیں جن کو فضائیں کھلی کھلی
وہ جیل جا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو
مغرب کے پیروکاروں کے انداز ہیں دگر
جو مار کھا کے کرتے ہیں آغازِ سالِ نو



کون کرے

دل نحیف و نزار کون کرے
شاعری اختیار کون کرے
جان اپنی نثار کون کرے
آپ کا اعتبار کون کرے
دن میں آنے لگے نظر تارے
رات بھر یہ شمار کون کرے
ایک سے ہی یہاں نہیں بنتی
بیویاں چار چار کون کرے
موت ہے زندگی کے دوش بدوش
اس کو سر پر سوار کون کرے
ہیں مداری یہاں پہ سب لیڈر
ان پہ دارومدار کون کرے
بوم ہی رہ گئے ہیں گلشن میں
رقصِ جشن بہار کون کرے
بار بن جائے روح پر مظہر
اس طرح کاروبار کون کرے



آہستہ، آہستہ

حجاب آیا تھا اُن کو پیار پر آہستہ آہستہ
گھلا تھا مدعا جب یار پر آہستہ آہستہ
گل رنگیں کی رونق بڑھ گئی کچھ اور پہلے سے
شباب آیا گل و گلزار پر آہستہ آہستہ
میاں مظہر نے جب نسوار کی پچکاریاں چھوڑیں
”اُگا سبزہ در و دیوار پر آہستہ آہستہ“
جو لیتی تھیں دوپٹہ آئیں چادر اور برقع میں
لگیں پابندیاں دیدار پر آہستہ آہستہ
ہنسی نرسوں کی، غصّہ ڈاکٹر کا، روگ فیسوں کا
کھلے ہتھیار سب بیمار پر آہستہ آہستہ
نگاہیں منتظر تھیں چاند کی، چندیا نظر آئی
چڑھا اُس کا میاں دیوار پر آہستہ آہستہ
چلی تھی بات اشتہار سے لیکن یہاں اب تو
سب ہی کچھ لکھ دیا دیوار پر آہستہ آہستہ
سرگلشن جو کھینچا دامن گل رُخ تو پھر مظہر
چڑھا غصّہ ہمیں بھی خار پر آہستہ آہستہ



دار کے اوپر

جس شخص نے لٹکایا ہمیں دار کے اوپر
دل آیا تو آیا اُسی دلدار کے اوپر
رستے میں مرے گھر کے ہیں آلاشیں گھر کی
آنا ہے تو آجاؤ یہاں کار کے اوپر
بستر بھی نہ تھا گو کوئی بیمار کے نیچے
عُصّہ تھا مگر نرس کو بیمار کے اوپر
بڑھ جائے گی پھر عشق کے بازار کی مندی
لگ جائے اگر ٹیکس یہاں پیار کے اوپر
اک عقد ہی کافی ہے یہی عُقدہ کھلا ہے
مہنگائی میں اک شوہر لاچار کے اوپر
اس دورِ گرانی میں خود ہی مولوی صاحب
پابندی لگائیں گے کڑی چار کے اوپر
ہنس دیتا ہے ہر بات پہ وہ پیار سے مظہر
عُصّہ نہیں آتا ہے ہمیں یار کے اوپر



اگرچہ ڈاکا کہیں پر بھی ہم نے مارا نہ تھا

اگرچہ ڈاکا کہیں پر بھی ہم نے مارا نہ تھا

بھرا تو ٹیکس کا ہم نے بھی گوشوارہ نہ تھا

نہ بال گھر میں تھے اسکے، نہ اپنے سر پہ تھے بال

کہ اس کے بچہ نہ تھا کچھ بچا ہمارا نہ تھا

اسیر زلف ہوئے ہم، ہوئی وہ گنج اسیر

دبال بن گئے یوں بال اور چارہ نہ تھا

جدید دور ہے سب ماہیت سمجھتے ہیں

کہا تھا چاند اُسے اور یہ استعارہ نہ تھا

چپت لگاتے بھلے پر چپاتی دیتے ہمیں

کہ کاروبار میں ایسے ہمیں خسارہ نہ تھا

کہا یہ مولوی صاحب نے لی ہے یوں رشوت

کہ اس قلیل سی تنخواہ میں گزارہ نہ تھا

بچے رہے تھے پٹائی سے اس لئے مظہر

کہ ہم نے آنکھ نہ ماری تھی اُس نے مارا نہ تھا



چپکے سے

دے دے رشوت کا مال چپکے سے
مجھ کو کر دے نہال چپکے سے
ہے ”کرپشن“ کا ”آپشن“ اچھا
اس کو کر ”استمال“ چپکے سے
لب لعلیں نہیں، ہے پان کا عکس
اب تو نظریں نہ ڈال چپکے سے
شور کر کے اُسے کیا ”ڈس مس“
ہو گیا وہ بحال چپکے سے
ممتحن سے جو کر لیا سودا
حل ہوا ہر سوال چپکے سے
کام اپنا کرا کے چھوڑوں گا
مجھ کو ہرگز نہ ٹال چپکے سے
کھا گئے خود تو وہ چکن برگر
ہم کو پکڑا دی دال چپکے سے



دیکھتے ہیں انہیں کنکھیوں سے
پھر گراتے ہیں رال چپکے سے
اب ببا نگِ دھل وہ مانگتے ہیں
کب وہ لیتے ہیں مال چپکے سے
حال ہم پوچھتے رہے اُن کا
چل گئے پر وہ چال چپکے سے
ہو نہ جائے خبر زمانے کو
مجھ کو کر فون کال چپکے سے
عیدِ قرباں پہ اس طرح بھی ہوا
اوڑھ لی ہم نے کھال چپکے سے
لُٹ کر لے گیا ہمارا دل
صاحبِ خوش جمال چپکے سے
کچھ پتہ ہی نہیں چلا مظہر
گزرے یوں ماہ و سال چپکے سے





جواب کرنا ہے تو سرکاری نہ کر
جواب کرنا ہے تو سرکاری نہ کر
بے وجہ اپنی گرفتاری نہ کر
پس نہ جاؤں میں ترے قدموں تلے
جسم اپنا اس قدر بھاری نہ کر
زندگانی ہے گزر ہی جائے گی
زندگی کے خوف کو طاری نہ کر
یہ حسینائیں بہت ہشیار ہیں
بے سبب ان کی طرفداری نہ کر
چار کی رکھی ہے گنجائش کہ تو
خواہ مخواہ ہر در پہ منہ ماری نہ کر
خود تو مے خانے سے ٹلتے ہی نہیں
ہم سے کہتے ہیں کہ مے خواری نہ کر
لوگ کہتے ہیں سفارش گر نہیں
نوکری مت ڈھونڈ اور خواری نہ کر
بے عمل کو علم سے کیا فائدہ
صرف مظہر بار بُرداری نہ کر



اِس ہاتھ لے اُس ہاتھ لے

پیسوں سے ہو یاری میاں
یہ ہے سمجھ داری میاں
کر چور بازاری میاں
آخر ہے بیوپاری میاں
لے جس قدر تجھ کو ملے
اِس ہاتھ لے اُس ہاتھ لے

لینے کا بس ہو سلسلہ
دینے کا مت کر تذکرہ
”انکم“ نہ تو ہرگز بتا
اور ٹیکس دینا بھول جا
گھلنے نہ پائے راز یہ
اِس ہاتھ لے اُس ہاتھ لے



یہ ہاتھ ہیں دونوں ترے
اب تیری مرضی جو کرے
یا ان کو خالی رہنے دے
یا بات میری مان لے
دوچار کے چھ سات لے
اس ہاتھ لے اُس ہاتھ لے
بڑھتی رہے تیری ہوس
کرنی نہیں ہے تجھ کو بس
ہو ٹارگٹ اب کے برس
بنگلے ہوں چھ ، کاریں ہوں دس
جلتا ہے گر کوئی جلے
اس ہاتھ لے اُس ہاتھ لے





ڈھا کہ میں

ڈاکٹری کے ایک کورس کی تربیت کے لئے مجھے بنگلہ دیش جانے کا اتفاق ہوا۔ زیرِ نظر نظم اور دو قطعات اسی حوالے سے لکھے گئے ہیں۔ بنگالی زبان سن کر یہ احساس ہوا کہ مشرقی زبانوں میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔ کہیں کہیں تلفظ کی وجہ سے کچھ بیگانگی کا احساس ہوتا ہے مثلاً گنتی میں مجھے کچھ زیادہ فرق دکھائی نہ دیا اور اردو بنگالی گنتی میں مماثلت کا جو کلیہ نکالا وہ بنگالی زبان کے قطعے میں درج ہے اس کے علاوہ کچھ الفاظ جو ہمارے یہاں بہت عامیانہ تصور کئے جاتے ہیں ان کی روزمرہ ہیں مثلاً آ بے، جا بے، کھا بے یعنی آئیے، جائیے، کھائیے، وغیرہ

جب ہم نے کہا آئے ہیں بنگال سے پڑھ کے
وہ کہنے لگے ہم کو نہیں چاہئے بھکشو
پیسہ تو کمانا تھا ہمیں اس لئے ہم نے
یہ بورڈ پہ لکھوایا کہ ہیں ماہرِ جادو

آنے لگے دکھ درد کے مارے ہوئے سب لوگ
ہر ایک طرف چھا گیا بنگال کا جادو
ٹیکے کی، نہ گولی کی، نہ شربت کی طلب تھی
نخنے کی جگہ کہتے تھے منتر پڑھو چھا چھو



بنگالی زبان

کھینچ سکتا ہے تو مجھ سے ہمد و ہمراز کھینچ
یہ ہے بنگالی زبان کچھ اس زبان کے راز کھینچ
دس کو ’دوش‘ اور بیس کو تو ’بیش‘ کہہ سکتا ہے یاں
گول کر کے اپنے منہ کو ’ش‘ کی آواز کھینچ



<http://www.kitaabghar.com>

جا بے

ہرگز نہیں توہین مجھے آپ کی مقصود
اچھا نہیں لگتا کہ کہوں آپ کو جا بے !
بنگل سے سیکھی ہے یہ بنگالی عزیزم
گر پوچھنا ہو، جائیں گے؟ کہتے ہیں کہ ”جا بے؟“



جدید صحافی

الفاظ مرے نوکر
 اخبار مرے چاکر
 ہر شخص کی عزت ہے
 پاؤں کی مرے ٹھوکر
 اک لاکھ پہ بھاری ہوں
 میں ایک صحافی ہوں

قیمت مرے لفظوں کی
 دے سکتا نہیں کوئی
 الفاظ کی نگری میں
 قسمت نہ مری سوئی
 سونے کی پٹاری ہوں
 میں ایک صحافی ہوں



ہو چاہے خبر کیسی
کوئی نہیں اس جیسی
انگشت بہ دنداں سب
سرخ ہے مری ایسی
نیزہ ہوں ، کٹاری ہوں
میں ایک صحافی ہوں

بے پر کی اڑاتا ہوں
افسانے بناتا ہوں
تفریق حق و باطل
میں خوب مٹاتا ہوں
بے باک کھلاڑی ہوں
میں ایک صحافی ہوں





آدھا

کھلا ہے میرا نصیب آدھا
میں خود ہوں اپنا رقیب آدھا
ہے میری قسمت میں نصف لکھا
طیب آدھا، ادیب آدھا
ہیں آدھے ننھے میں شعر میرے
ہے رو بہ صحت غریب آدھا
غریب مٹ جائیں گے تو ہوگا
علاج غم عنقریب آدھا
ہے پاس ان کے تمام حصہ
کیا ہے کیسا عجیب آدھا
نہ جانے مظہر کہاں گیا ہے
علاج کر کے طیب آدھا





دردِ عرقِ النساء (وجہ تسمیہ)

دردِ عرقِ النساء یا ”شیائکا“ ایک عام بیماری ہے جس میں کمر کے مہروں کی درمیانی جگہ کم ہونے کے باعث حرام مغز سے نکلنے والی نسوں پر دباؤ بڑھ جاتا ہے اور اس طرح کمر سے نکلنے والا یہ درد پیروں تک جاتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ آئیے آج اس نام کی وجہ تسمیہ معلوم کرتے ہیں۔

کمر کے معائنہ وہ بڑے انہماک سے کہنے لگے کہ درد یہ عرقِ النساء کا ہے ہم نے کہا کہ مرد ہیں بالکل اصیل ہم تشخیص میں نہاں کوئی نکتہ خطا کا ہے

فرمایا ہنس کے ”نیوروفزیشن“ نے ہم سے یہ بھائی مرض کے نام میں گھپلا بلا کا ہے اس کا ”شیائکا“ ہے لقب میڈیکل میں پر کہتے ہیں پیر جی کہ مرض یہ ”ہوا“ کا ہے

پوچھے اگر حکیم سے کوئی مرض کا نام فرمائیں گے وہ درد یہ عرقِ النساء کا ہے نسبت ہوئی ہے اس کو جو عورت کے نام سے شائد یہ قصہ شدتِ جور و جفا کا ہے

جیسا کہ درد ہوتا ہے بیوی کی مار سے ویسا ہی درد اصل میں عرقِ النساء کا ہے



رُوبرو کرتے

مجھے یقین ہے کہ تیرا دمہ بگڑ جاتا
جو تیرے سامنے ہم ذکرِ رنگ و بو کرتے
تو چھینک چھینک کے بے حال دیر تک رہتا
”یہ آرزو تھی تجھے گل کے رو برو کرتے“

خوشا نصیب کہ تو ہے مریضِ ایلر جی
مطب میں آئے گا اب میرے ہاؤ ہو کرتے
فراقِ یار میں آنسو بہانا آساں تھا
جو یاد آتی تو بیٹھے فلو فلو کرتے

پلا دے شربتِ دیدار مت کھلا نسوار
وگرنہ آؤں گا سڑکوں پہ آخ تھو کرتے
جو چیخ چیخ کے لڑتے تھے اپنی بیوی سے
گزر رہی گھر میں ہے ان کی بہو بہو کرتے

سُنی جو آہ تو معشوقِ نہنس کے یہ بولے
جو درزی ہوتے تو ہم زخمِ دل رفو کرتے
چڑا کے بھاگ گیا وہ تمام جوتے نئے
نمازی رہ گئے سارے وہاں وضو کرتے



حساب برابر

حصے جو قربانی کے ہیں
گائے میں پورے سات لے

یوں بانٹ قربانی کے دن
اونچے بہت درجات لے

دے سب عزیز احباب کو
اور اُن سے بھی سوغات لے

ہرگز نہ اس میں دیر کر
دے دن کو گر تو رات لے

”کیا خوب سودا نقد ہے
اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے“



چوری

بہت آرام سے ہو جاتی ہے زر کی چوری
ہو نہیں سکتی مگر علم و ہنر کی چوری
ہم تو پھرتے ہیں لگائے ہوئے کالی عینک
کیسے پکڑے گا کوئی دیدہء تر کی چوری
گھر کی ہر چیز پہ رکھتی ہے پڑوسن نظریں
آنکھ ہی آنکھ میں کرتی ہے وہ گھر کی چوری
ہسپتالوں سے ہوا ان کا فزوں اور بھی ڈر
نرسری سے جو ہوئی ان کے پسر کی چوری
جس کو تضمین یہاں کہتے ہیں سارے شاعر
در حقیقت ہے وہی مصرع تر کی چوری
ہوگئی پیدا جو بے بی یہ تری ٹیسٹ ٹیوب
اب یہ ممکن ہے کہ ہو جائے بشر کی چوری
اب پکڑ سکتے نہیں بھائی یا ابا تیرے
پس عینک ہے چھپی میری نظر کی چوری
آپریشن میں ہوئی دھاندلی مظہر ایسے
ڈاکٹر پکڑا گیا کرتے جگر کی چوری



اور ہے

حُسنِ باہر اور اندر اور ہے
عشق کا انداز مسٹر اور ہے
حُسن دھوکا دے رہا ہے آنکھ کو
عشق کا نغمہ سراسر اور ہے
جس نے چکرایا تھا تم کو اور تھی
دیتے ہو تم جس کو چکر اور ہے
ہم نہیں ہیں ڈارون کے رشتہ دار
تم جسے کہتے ہو بندر اور ہے
منہ لگاتے ہی نہ تھے بھنڈی کو جو
کہہ رہے ہیں ”لیڈی فنگر“ اور ہے
لال چہرہ شرم سے اُن کا ہوا
جس کو کہتے ہیں چقندر اور ہے
بیچتا ہے بھائی یہ تو سبزیاں
تم جسے سمجھے تھے ”سنگر“ اور ہے
خوبصورت بیوی، گاڑی اور مکاں
زندگی کا اب تو محور اور ہے



ہو گیا ہے

اثر اس پر نرالا ہو گیا ہے
دوا سے اور کالا ہو گیا ہے
بڑا گڑبڑ گھوٹالا ہو گیا ہے
صنم تو بچوں والا ہو گیا ہے
دیا بابو کو نذرانہ تو بولا
ترا سب کام لالا ہو گیا ہے
گیا ہے جب سے برخوردار کالج
بہت زیادہ جیالا ہو گیا ہے
ہوئیں طفلانہ اس کی حرکتیں سب
کہ وہ اب بچوں والا ہو گیا ہے
نہیں ہے اب کلرکوں کی ضرورت
کہ سب بالا ہی بالا ہو گیا ہے
جسے کہتا تھا میں غُصے میں سالہ
وہی اب میرا سالہ ہو گیا ہے
خضاب اس کو دیا تحفے میں مظہر
صنم چالیس سالہ ہو گیا ہے



کام لیتے ہیں

ہوانڈے سے الرجی تو چکن سے کام لیتے ہیں
 منع ہو دودھ بکری کا ، مٹن سے کام لیتے ہیں
 ہیں دونوں حُسن کے قائل، مگر بس فرق اتنا ہے
 ہم حُسنِ ظن سے اور وہ حُسنِ زن سے کام لیتے ہیں
 بنا کر تیلیاں ماچس کی ہر سو آگ سلگائی
 یہ دہشت گرد یوں سروِ چمن سے کام لیتے ہیں
 نہیں مطلب کچھ استعداد سے، تعداد سب کچھ ہے
 نہ ہو بلبل تو ہم زاغ و زغن سے کام لیتے ہیں
 کرا لیتے ہیں اپنے کام سارے ”باس“ سے پل میں
 حسیں دفتر کے ایسے بانکپن سے کام لیتے ہیں
 ہے دورِ برق رفتاری ج بھی تو آج کل مظہر
 بجائے اب سخن کے شاٹ گن سے کام لیتے ہیں



خیر ہے

زلفِ دلبر ہو گھنی اس گنجے سر کی خیر ہے

وہ ہو آہو چشم ، اس بھینگی نظر کی خیر ہے

خال و خد باریک بینی سے تکیں شادی کے وقت

پستہ قد کی ، اپنی بے ڈھنگی کمر کی خیر ہے

خُوش کلامی اور خُوش خلقی کتابی چیز ہیں

شر نہ ہو جس میں ، کہاں ایسے بشر کی خیر ہے

ہو رہی ہے اس طرح بچوں کی اب تو پرورش

سرز نش سب کی کریں اپنے پسر کی خیر ہے

ہو مرض کا خاتمہ فی الفور ، دے ایسی دوا

ایسی تیمی بعد میں گر ہو جگر کی ، خیر ہے

شرم کیسی ہے تجھے یہ دور ہے دورِ جدید

بیوی بچے پاس رکھ ”فادر“ ”مدر“ کی خیر ہے





ساگ دال کے بعد

پسند آیا نہ کوئی بھی خوش جمال کے بعد
پلاؤ یاد بہت آیا ساگ دال کے بعد
اُٹھا کے چل دیئے جب سب پلیٹ اور پیچھے
ہمیں بھی مرغ دیا اُس نے، پر خلال کے بعد
غریب شہر کی چھری اُتارنے والو
بتاؤ کھینچو گے کیا پھر تم اس کی کھال کے بعد
ہر اک مقام سے آگے مقامِ رشوت ہے
کہ نیلے اور ہرے نوٹ بھی ہیں لال کے بعد
ابھی تو لوٹتے ہو وصل کے مزے مسٹر
پتہ لگے گا تمہیں اس کا چند سال کے بعد
ہر ایک شخص کی آنکھوں میں چاند اُترا تھا
فسادِ عید ہوا رویتِ ہلال کے بعد
عجیب قوم ہے یارو ہماری مُردہ پرست
کہ یاد کرتی ہے تو صرف انتقال کے بعد
لگانا غازے کا جو بعد ”فیشنیل“ ہے رواج
اسی طرح ہے کہ پالش ہو ریگ مال کے بعد



گُتھم گُتھا

گل ہے خار سے گُتھم گُتھا
ہم ہیں یار سے گُتھم گُتھا
مت غُصے میں ڈانٹ ہمیں تو
ہو جا پیار سے گُتھم گُتھا
دو صدیاں ہیں دست و گریباں
ریڑھا ، کار سے گُتھم گُتھا
پان کی پچکاری وہ ماریں
خاں ، نسوار سے گُتھم گُتھا
چارہ گر ، ڈسپینسر ، نرسیں
ہیں بیمار سے گُتھم گُتھا
آتا ہے پیغام ہمیشہ
سرحد پار سے گُتھم گُتھا



دور ہے یہ چھینا جھپٹی کا
ہوں سرکار سے گتھم گتھا
اب دالان ، نہ انگنائی سے
سب دیوار سے گتھم گتھا
مولوی صاحب بھی ہیں مظہر
استعمار سے گتھم گتھا

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>



صاحب

اگرچہ کہتے نہیں منہ پہ ”تھیف“ صاحب کو
مگر سمجھتے ہیں سارے ہی ”چیف“ صاحب کو
جو چنس ساتھ لکھیں ، چنس ہی بدل جائے
بنا دیا ہے لطیفہ ، لطیف صاحب کو
دیئے ہیں پیسے تو اب بن گئی ہے ضربِ شدید
لگی تھی گرچہ وہ ضربِ خفیف صاحب کو
بہو کے ساتھ جو کرتی ہے ساس اس طرح
مرے خلاف کیا ہے ”بریف“ صاحب کو
اثر ہو نام کا شاید اسی لئے یارو
کھلا رہے ہیں شریفہ ، شریف صاحب کو
تھے ایک لکھنوی اور ایک تھے جبل پوری
جو ڈھونڈا شوخ ادب میں ظریف صاحب کو
لکھیں گے پوری غزل اس پہ آج ہم مظہر
پکڑ لیا ہے جو ہم نے ردیف صاحب کو



نقطے سے نکتہ

ایک دن کے لئے جب وہ مہماں بنے
ہم یہ بولے ہمیں عین راحت ہوئی

جب یہ مدت بڑھی دس (۱۰) دنوں کے لئے
کیا بتائیں کہ پھر کیا مصیبت ہوئی

<http://www.kitaabghar.com>

کُلیہ یہ حسابی عیاں پھر ہوا
ایک نقطے سے رحمت بھی زحمت ہوئی

کیسا نکتہ سُجھایا ہے نقطے نے یہ
عقلِ باریک میں حوِ حیرت ہوئی





تھری ان ون

کیجئے کیسے جسم و جان الگ
کر نہیں سکتے ناک کان الگ
لفظ کچھ اس طرح سے بل کھائے
کان اُلٹائیں ناک بن جائے
اور ان سے نہیں الگ ہے گلا
اس لئے کر دیا انہیں یک جا
ہے مقام ان کا اعلیٰ و ارفع
یہ ٹریفک ہے بھائی سے طرفہ
ہیں جراثیم اک طرح کے یہاں
تینوں اطراف بس یہی ہیں رواں
ہو گلے کا مرض کسی کو اگر
ناک اور کان میں بھی پھیلے شر
سوزشِ ناک سے جو ہوں چھینکیں
حلق سے بھی نکلتی ہیں چیخیں



دونوں اپنی جگہ پہ ہوں جل تھل
کان ہوں بند ، ناک بھی بے کل
”ٹانس“ میں اگر ہو ”انفیکشن“

پھیلے یہ ناک ، کان میں فوراً
ہے بنی اس طرح کی صورتِ حال
تینوں اعضاء کا ایک ہی ہے مآل
ساتھ ہوں مبتلائے بیماری

تینوں اعضاء میں ہے بہت یاری
بو لے اسپیشلسٹ ”ای-این-ٹی“

ہے سراسر ہمیں تو نقصاں ہی
بل الگ ان کا دے نہیں سکتے
فیس بھی پوری لے نہیں سکتے
ایک نسخہ کرے انہیں بہتر

اک دوا کا اثر ہو تینوں پر
ایک میں تین کا اٹھائیں مزا
سب مریضانِ ناک ، کان ، گلا



وٹہ سٹہ

عمر بھر کے لئے ہے ایک وہاں
وٹہ سٹہ بھی ہے عجب جنجال
سب وہاں پر کہیں کہ وہ اچھی
سب یہاں پر کہیں کہ یہ خوش حال
رکھنا چاہیں بھی گر توازن آپ
دونوں جانب موازنہ ہے کمال
اُس نے کیا کھایا ، کیا پیا اُس نے
اِس نے کیسے اڑایا گھر کا مال
اُس نے بنوائے کتنے خوب لباس
اِس نے منگوائے کتنے سوٹ اور شال
اُس نے سیر و سفر کیا کتنا
ہوئی کتنی یہ رہ کے گھر بدحال
اُس کا شوہر اکڑتا کتنا ہے
اِس کے شوہر کو کیوں نہ آیا جلال
اُس کا شوہر ہے کافی سخت مزاج
اِس کے شوہر کی سخت کیوں ہے کھال



ہے وہ فلموں کا خوب دیوانہ
اِس کو فلموں کا کچھ نہیں ہے خیال
اُس کو خلوت نشین لوگ کہیں
اور ڈالے یہ گھر میں بھی دھمال
اُس کا شوہر تو بڑبڑاتا ہے
اِس کے شوہر کو بولنے کی ہے کال
وہ تو گھر میں پکائے گوشت بہت
اور یہ کھائے صرف سبزی دال
اُس کو ہے اعتراض یہ خوش ہے
اور اسے وہم کہ ہے وہ خوش حال
ایک دن کی نہیں کہانی یہ
ہیں یہ افسانہ ہائے سالہاسال
ایک ”وٹہ“ انہوں نے ”سُٹا“ ہے
ایک پتھر دیا ہے ہم نے اُچھال
پھنس گئے ہیں بری طرح مظہر
کیجئے اب بیان کس سے حال



پہلے اُس کی فکر میں دبلا ہوا
پہلے اُس کی فکر میں دبلا ہوا
شادی کر کے اور بیچارہ ہوا
عاشقی کی اور پھر شادی بھی کی
جرم سرزد اُس سے دوبارہ ہوا
دورِ مہنگائی میں کر لی نوکری
قیس بھی دفتر میں ہر کارہ ہوا
پارہ پارہ جیب اپنی ہو گئی
اتنا مہنگا نان کا پارہ ہوا
حملہ خود گش بن گیا جب میرا دل
طالبِ حسنِ ستم آراء ہوا
آگیا خوانِ محبت پر رقیب
ذائقہ منہ کا بہت کھارا ہوا
مضمحل تھے جسم و جاں کب بے سبب
تھا وہ مظہرِ عشق کا مارا ہوا



پیوند کاری

تمنا تھی کہ ہم زندہ رہیں روزِ قیامت تک
کئی صدیوں پہ پھیلا تھا اسی ارمان کا نقشہ
تگ و دو کر کے ہر اک بار دیتے موت کو دھوکا
بدل لیتے کبھی کمرے، کبھی دالان کا نقشہ
نہ آنکھیں اپنی ذاتی تھیں، نہ گردہ، دل، جگر اپنا
کہ سرجن نے بدل ڈالا تھا جسم و جان کا نقشہ
مگر کب بچ سکا ہے موت سے کوئی جو ہم بچتے
اجل آئی تو رکھا رہ گیا سب جان کا نقشہ
فرشتے نامہء اعمال لے کے پہنچے مشکل سے
کہ گڈمڈ ہو گیا تھا ان سے قبرستان کا نقشہ
شکایت کر کے پھر کہنے لگے یہ ہے عجب مشکل
کہ مظہر تو تو ہے مکھرے ہوئے سامان کا نقشہ



بھلا دیکھو تو دھوکا دے رہا ہے ہم فرشتوں کو
لگا کے اعضاء لوگوں کے ہے بدلا جان کا نقشہ
ہوئی ہے سرجری چہرے کی ہر اک نقش بدلا ہے
نہ پہلا سا وہ جبراً ہے ، نہ وہ دندان کا نقشہ
بنی تھی جوازل میں شکل تیری وہ کہاں پر ہے
نہ ویسی ناک تیری ہے ، نہ ہے وہ کان کا نقشہ
ہے قوسوں ، دائروں ، اور مستطیلوں میں کوئی گڑبڑ
کمر کے پیچ و خم میں ہے کسی کوہان کا نقشہ
کمالِ دستِ سرجن ہے کہ ہے یہ موت کی وحشت
کہ لگتا اجنبی سا ہے تری مسکان کا نقشہ
تو انٹرنیشنل ہے ، تیرا ایڈریس گو مقامی ہے
بڑی مشکل سے سمجھا تجھ سے بے ایمان کا نقشہ
سری لنکا سے آنکھیں لیں ، کینیڈا سے جگر بدلا
ہے دل انگش ، بنا ہے جس پہ انگلستان کا نقشہ



بڑا دل گردہ ہے تیرا ، ہوا جب فیل یہ گردہ
تو پیسے دے کے بدلا تو نے اپنی جان کا نقشہ
لٹائی اپنی دولت ، جان تیری بس رہے باقی
نہ جانے ذہن میں تھا نقش کس سلطان کا نقشہ
مگر تو بچ کے جائے گا کہاں پیوندِ انسانی
بنائیں گے تجھے ہیرو شما ، جاپان کا نقشہ
سزا ایسی ملے گی سارے اعضاء کے عوض جھکو
کہ تجھ کو یاد آجائے گا چولستان کا نقشہ
حساب اعضاء کا تجھ سے لیں گے ہم ایک ایک کا سارا
خدا بننے چلا تھا خود بخود نقشہ بدل ڈالا





موٹر سائیکل

نہ موٹر کار جیسی ہے نہ ہے یہ سائیکل جیسی
یہ موٹر سائیکل ہے صرف موٹر سائیکل جیسی
بلند و پست یکجا کر کے کیا صورت نکالی ہے
مڈل طبقے کی یہ گویا منخت اک سواری ہے
غرور و کبر و نخوت سے نہ کوئی واسطہ اس کا
فقط بیچاریگی کا ، عجز کا ہے راستہ اس کا
جگہ کم ہے مگر دل کی فراخی کا یہ عالم ہے
لدی ہے فیملی پوری سفر کا شوق پیہم ہے
میاں بیوی اور ان کے چار بچے اس طرح لٹکیں
دکھاتے ہوں تماشا جیسے ”جوکر“ کوئی کرتب میں
یہ موٹر سائیکل صورت نئی ہے گھڑ سواری کی
ہے جسکی ہارس پاؤں ایک سو بیس اسپ تازی کی



سفر میں دھول کھاتی ہے، بہت مٹی اڑاتی ہے
سواروں کا بہت عمدہ یہ میک اپ بھی کراتی ہے
سنواریں زلف کو کیسے نہیں کچھ اختیار اپنا
اڑاتی ہے یہ بال ایسے لگے شاعر سوار اس کا
سفر کے ساتھ اتنی دُور تک گردِ سفر جائے
کہ موٹر سائیکل والے سے آئینہ بھی ڈر جائے
اُٹی ہے دھول چہرے پر کہ ویرانی نہیں جاتی
کہ اب تو شکل بھی خود اپنی پہچانی نہیں جاتی
غرض مجنوں کی صورت سوئے دفتر ایسے جاتے ہیں
کہ بچے دیکھ کر ہنستے ہیں اور سیٹی بجاتے ہیں
مگر بچوں کی سیٹی سے بھلا ہو خوف کیوں ہم کو
سپاہی کو اگر دیکھیں تو سٹی گم ہماری ہو
چمک اٹھے پولس والوں کا چہرہ دیکھ کر ہم کو
پھڑک اٹھے رگِ رشوت تو چلائیں رکو، ٹھہرو
پجارو پہ نہیں چلتا ہے بس، یوں خوار بیٹھے ہیں
پکڑنے کو ہمیں ہر دم مگر تیار بیٹھے ہیں



بہانے سو طرح کے پاس انکے ہیں مفرب کب ہے
بنا چالان ہرگز کوئی بھی بخشش نہیں اب ہے
وہ سو کے نوٹ پہ قائد کو دیکھیں تو سلامی دیں
اور اس کے بعد ہی ہم کو نوید خوش خرامی دیں
ہراک چوراہے ہراک موٹر پہ نذرانہ دیتے ہیں
یہ ماہانہ نہیں بھتہ کہ ہم روزانہ دیتے ہیں
بنایا ہم کو موٹر سائیکل نے دید کے قابل
دیا جرمانہ عیدی کا رہے کب عید کے قابل
سبک رفتار موٹر سائیکل ہے غرغراتی ہے
خراماں گامزن ہو کوئی یہ ”ہورن“ بجاتی ہے
بڑی مشہور ہیں ہر سمت دہشت گردیاں اس کی
پولس والے بھی کانپیں دیکھ لیں گر پھرتیاں اسکی
کیا ہے جرم موٹر سائیکل پہ کیونکہ مجرم نے
لگی پابندی ”ڈبلنگ“ پہ کیا انصاف ظالم نے
نہ پکڑا جا سکا ملزم تو موٹر سائیکل مجرم
ہوئی برباد سب نیکی گنہہ بس ہو گیا لازم



عجب منطق یہاں پر ہے مضر ہر چیز اب ٹھہری
لگے گی کل سے قدغن دیکھنا چاقو چھری پر بھی
ڈبل پہ جب سے پابندی لگی ہم ہو گئے تنہا
خدا ہو حامی و ناصر غریبوں کی سواری کا



کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>



بیوٹی پارلر میں

(بیوٹیشن سے دلہن کی گزارش، علامہ اقبال سے معذرت کے ساتھ)

دورِ خزاں کو اس طرح موسمِ پُر بہار کر
”میں ہوں خذف تو تُو مجھے گوہرِ شاہوار کر“
نقشِ کہن مٹا بھی دے رنگِ چمن جما بھی دے
بارش ہو رنگ و نور کی کچھ اس طرح سنگھار کر
دیکھیں جو وہ تو دنگ ہوں، ایسی دلہن بنا مجھے
”ہوش و خرد شکار کر، قلب و نظر شکار کر“
حُسنِ نظر کے واسطے میک اپ کی تہہ پہ تہہ چڑھا
مجھ کو بھی بے قرار کر، اُن کو بھی بے قرار کر
زلفوں میں ڈال ایسے بل، شوہر اُلجھ کے گر پڑے
”گیسوئے تابدار کو اور بھی تابدار کر“
میک اپ کر احتیاط سے ایسا نہ ہو کہ پھر کہیں
”آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر“



غازہ لگا تو اس طرح ففٹی میں بیس کم لگیں
”اس دمِ نیم سوز کو طائرِ بہار کر“
یوں ڈینٹ پینٹ کر مجھے، ہرگز نہ ہو خبر انہیں
نمبر پلیٹ کو مری رکھ دے کہیں اُتار کر
ہو جائیں دیکھ کر مجھے بس وہ بہ یک نظر فدا
حسنِ کمال اس طرح چہرے پہ آشکار کر
آساں نہیں سنگھار یہ، کر اس کو دیکھ بھال کے
مجھ کو نہ ایسے چھوڑ دے دو چار ہاتھ مار کر
پلکیں بھی سب ٹکی رہیں، ناخن بھی سب جے رہیں
سچائی کو چھپائے جا، باطل کو آشکار کر
جب تک کہ واپسی نہ ہو میرے شباب و حسن کی
گاہک نہ کوئی دوسرا میرے سوا شکار کر
یہ کیا کہ مجھ کو چھوڑ کر اُس کو بناتی ہے دلہن
”یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر“
ٹائیم پہ بھیج دے مجھے ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں
”کارِ جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر“



وِچ میں

یہ اکثر دیکھتے ہیں دوستو سنسار کے وِچ میں
کہ اپنے چھڈ کے نس جاتے ہیں سب منجھار کے وِچ میں
میں لکھنؤ سے کراچی آ گیا لاہور کے رستے
جو پا جامے کو چھوڑا پھنس گیا شلوار کے وِچ میں
ہے پنجابی زبانِ یارِ من اور میں ہوں اردو داں
پسوڑی پے گئی ہے مجھ کو اب اظہار کے وِچ میں
نہ مینوں ویکھ ظالم اس قدر خونخوار نظروں سے
ملادے کچھ محبت ، شربتِ دیدار کے وِچ میں
نہ سچے ہتھ کو جائیں گے نہ کبھے ہتھ کو جائیں گے
لفظ بیٹھے رہیں گے ہم ترے دربار کے وِچ میں
چھپا کر ہم الگ رکھتی ہے اب نسوار کی ڈبیا
نہ جانے کیا ملادے ظالماں نسوار کے وِچ میں



بڑی مشکل سے سمجھایا کلینک کا انہیں رستہ
مگر پہنچے وہاں پر عین وہ اتوار کے وچ میں
مجید ایسی غزل لکھ لائے ایوانِ ظرافت میں
کہ ہم نے بھی کہا گپ شپ کریں اشعار کے وچ میں
سمجھ آوندی اے گل تو فکر بالکل مت کرو مظہر
ملا دو اردو پنجابی کو اب اشعار کے وچ میں



<http://www.kitaabghar.com>



پیدا بھی ہو

اردو ادب میں بے شمار شاعروں نے خاندانی منصوبہ بندی والوں سے ساز باز کر کے بہت سے لا ولد جوڑوں کے لئے مصیبت پیدا کر دی ہے، اور شوکت تھانوی اور اسد جعفری نے تو یہ حکم نامے بھی جاری کر دیئے ہیں کہ ”اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا نہ ہو“۔ بے اولاد جوڑوں کے لئے اسی زمین میں تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ یہ نظم حاضر خدمت ہے۔ شاید اسے پڑھ کر اسٹرانک پہ گئے ہوئے بچے اپنا احتجاج واپس لے لیں اور بے اولاد جوڑوں کے آنکھوں میں بھی بچوں کی معصوم کلکاریاں گونجنے لگیں۔

اے مرے نخلِ عروسی کے ثمر پیدا بھی ہو
ہوگئی ہے باسی شادی کی خبر پیدا بھی ہو
کیا مجھے تڑپائے گا تو عمر بھر پیدا بھی ہو
دیر کافی ہوگئی ، لختِ جگر پیدا بھی ہو
آ بھی جا کہ منتظر ہے سارا گھر ، پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو



کب سے چھپتے پھر رہے ہیں خلق کے طعنوں سے ہم
دادا، دادی، نانا، نانی، پھوپھیوں، چاچوں سے ہم
اب تو ڈرتے بھی نہیں اتنا پولس والوں سے ہم
جتنا گھبراتے ہیں مل کر گھر کے مہمانوں سے ہم
پوچھتا ہے ہر کوئی تو ہے کدھر، پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو
ڈاکٹر کی فیس بڑھتی جا رہی ہے آئے دن
دندناتا پھر رہا ہے اُف یہ مہنگائی کا جن
تجھ کو آتی ہو اگر گنتی مری تنخواہ گن
آ بھی جا کہ رو رہی ہے تیری ماں اب تیرے بن
”گانتی کالوجسٹ“ کی آہِ سحر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو
اُف سوائے تیرے ہم کو کچھ نہ آتا تھا نظر
دوڑتے تھے ڈاکٹر کے پیچھے ہم شام و سحر
جو بھی کچھ کہتا اُسی کو مان لیتے راہبر
آزمائے ہو میو پیٹھ و حکیم و ڈاکٹر
تیری خاطر طے کئے کتنے سفر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو



ڈاکٹر کے سخت نسخوں سے نہ کچھ لیکن ہوا
گولیوں سے اور ٹیکوں سے نہ کچھ لیکن ہوا
پھکیاں لے لیں حکیموں سے نہ کچھ لیکن ہوا
ہائے پیروں کی بھی پھونکوں سے نہ کچھ لیکن ہوا
اے خدا ان کی دعاؤں میں اثر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو
اب تو بس گھبرا گئے ہیں جعلی ہتھکنڈوں سے ہم
تھک گئے ہیں پیر کے تعویذ اور گنڈوں سے ہم
ہو گئے بیزار ہیں اب سارے مشنڈوں سے ہم
گر ہمارے بس میں ہو پیٹیں انہیں ڈنڈوں سے ہم
کچھ بڑھا ہمت ہماری چارہ گر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو
مانتا گر تو نہیں تو کیوں نہ پھر ایسا کریں
ٹیوب میں سب لوگ کہتے ہیں تجھے پیدا کریں
ڈاکٹر سارے مصر ہیں یہ عمل پورا کریں
بس وہیں پر اب تجھے سیدھا کریں الٹا کریں
ٹھو کریں کھانے سے پہلے چل ادھر پیدا بھی ہو
اے مرے بچے مرے لختِ جگر پیدا بھی ہو



غضب کا تھا

گو حُسنِ دلفریب و دل آراءِ غضب کا تھا
تھپڑ پڑا تو وہ بھی کرارا غضب کا تھا
تھی سر کی چوٹ زیادہ ہی کچھ دل کی چوٹ سے
دونوں طرف سے عشق نے مارا غضب کا تھا
انجام کو نہ پہنچیں تھیں سچیں منگنیاں
وہ جو کبیر سن تھا کنوارہ غضب کا تھا
جمہوریت کا کیا کرے کوئی جہاں عوام
دیتے ہوں اس پہ ووٹ کہ نعرہ غضب کا تھا
چڑیاں یہ سوچتی تھیں کہ انڈے یہیں پہ دیں
جوڑا جو اُس نے سر پہ سنوارا غضب کا تھا
رُکنا پڑا ہر ایک کو اُلفت کے چوک میں
چشمِ فسوں کا اُس کی اشارہ غضب کا تھا





اسلام آباد

جناب سرفراز شاہد نے اجمالاً ایک قطعہ میں سیکٹر زدہ اسلام آباد کا ذکر کیا تھا، اس کی تفصیل اس نظم میں ملاحظہ کیجئے ۔

بٹے ہیں گریڈ اور تنخواہ سے سیکٹر کے خانوں میں
سنائی کچھ نہیں دیتا پھنسی ہے روئی کانوں میں
امیری اور غربی ہے نمایاں یوں گھرانوں میں
نظر آتی نہیں ہے زندگی اب تو مکانوں میں
فریب گھر میں رہتا ہوں میں جس سیکٹر میں رہتا ہوں

اگر ڈھونڈو تو مل جائیں گے فرزانہ دوانوں میں
ہیں کچھ ایمان والے بھی یہاں کے بے ایمانوں میں
یہ دارالخیر ہے محدود اب تو آستانوں میں
غریب شہر رہتا ہے ندیدے حکمرانوں میں
زرہ بکتر میں رہتا ہوں ، میں دارالشر میں رہتا ہوں



سیکڑی

پھاڑوں کی مجھے ہمسائیگی کا شرف ملتا ہے
چناروں اور دیوداروں کا آنچل سر پہ ہلتا ہے
تبسم کا یہاں مصنوعی لیکن پھول کھلتا ہے
نہ کوئی زخم بھرتا ہے نہ کوئی چاک سلتا ہے
میں خرمستی میں رہتا ہوں، میں سیکڑی میں رہتا ہوں

کہیں 'ڈی جی' کا گھر ہے اور کہیں ہے 'آئی جی' کا گھر
کہیں پر 'جون' کا گھر ہے کہیں ہے 'ہیمز' کا گھر
کہیں 'وی۔ آئی۔ پی' کو مل گیا ہے اک 'فری' کا گھر
اگر دیکھو تو سائیں سائیں کرتا ہے سبھی کا گھر
میں ویرانی میں رہتا ہوں میں سیکڑی میں رہتا ہوں



سیکٹر ایف

یہاں پر مکسڈ سی ہے جنٹری، کھوٹے کھرے سب ہیں
'اُپر' اور درمیانی 'کلاس' کے یعنی مزے سب ہیں
ہتھیلی پر شمع رکھ کر جو آئے تھے جلے سب ہیں
ہے سب کو شوق اڑنے کا اگرچہ یاں گرے سب ہیں
میں اگلی صف میں رہتا ہوں میں سیکٹر ایف میں رہتا ہوں

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>

سیکٹر جی

مبارک ہو کہ سیکٹر جی کا ذکر خیر آیا ہے
امیروں کے نگر میں دیکھئے اک غیر آیا ہے
وہ غربت کے سمندر سے سلامت تیر آیا ہے
بہت خوش ہے کہ کیپٹل بغرض سیر آیا ہے
چہل قدمی میں رہتا ہوں میں سیکٹر جی میں رہتا ہوں



مرا درمیانہ طبقہ ہے ، کہیں اس کو مِڈل یارو
ہوں خوش پوشاک ظاہر میں مگر بیلینس نل یارو
دیئے جاتا ہوں پابندی سے اپنے سارے بل یارو
ملی ہے مجھ کو ورثے میں شرافت کی وہ پل یارو
لگا جی جی میں رہتا ہوں ، میں سیکٹر جی میں رہتا ہوں

کتاب گھر کی پیشکش

سیکٹر ایچ

مدرسے ہسپتال اور ساتھ اس کے ایک قبرستان
نہیں ہے سیکٹر ایچ میں تمیز نوکر و سلطان
اُداسی چھائی ہے ہر سوچمن اور دشت ہیں ویراں
گلوں میں رنگ بھرنے کا ابھی پورا نہیں ساماں
کہ میں اسکیچ میں رہتا ہوں میں سیکٹر ایچ میں رہتا ہوں



سیکٹر آئی

تَعینِ اس کا مشکل ہے، نہ ہی ہے اور نہ شے ہے یہ
سلام آبادی کہتے ہیں کہ پنڈی کی گلی ہے یہ
سمجھ میں آ نہیں سکتی وہ نثری شاعری ہے یہ
انا ہے اسقدر زیادہ کہ نیزے کی انی ہے یہ
ہوں لو پُرہائی میں رہتا ہوں، میں سیکٹر آئی میں رہتا ہوں



<http://www.kitaabghar.com>



اُلجھا

ہوں غمِ روزگار میں اُلجھا
اب نہ تو مجھ کو پیار میں اُلجھا
راس آیا ہے اُس کا ”بے۔بی کٹ“
پھر نہ میں زُلفِ یار میں اُلجھا
لگ گیا ہے ”کرنٹ“ اُلفت کا
جو بھی اِس دل کے تار میں اُلجھا
زندگی ہے زمانہ سازی میں
سب کو تو کاروبار میں اُلجھا
ہو گیا ان کے گھر کا نقشہ پاس
میں رہا نقشِ یار میں اُلجھا
پُرخطر ہے بہت یہ تارِ نفس
چل بسا وہ جو تار میں اُلجھا



﴿گڑبڑ گھٹالہ﴾



کام اڑکا ہمیشہ دفتر میں
فائیل فتنہ زار میں الجھا
ہم تو ہیں ذکرِ یار میں ڈوبے
شیخ ہے فکرِ چار میں الجھا

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>



آج سب مقروض ہیں

(پاکستان میں سرمایہ داری نظام کے عفریت کے بے قابو ہونے پر)

نت نئے ماڈل کی کاروں کا لگا بازار ہے

خر کے پیچھے کار ہے اور کار میں خرکار ہے

ہر طرف اک شور و غل ہے ایک ہا ہا کار ہے

چلنا پیدل اب تو مظہر ہو گیا دشوار ہے

بلب اپنی جان کے سب ہو گئے اب فیوز ہیں

ملک تو مقروض ہی تھا آج سب مقروض ہیں

جال پھیلایا ہے مغرب نے نیارا قرض کا

قرض کی گاڑی، مکاں ہے آج سارا قرض کا

آسمانِ دل پہ چمکے چاند تارا قرض کا

چل رہا ہے اب تو اپنی جاں پہ آرا قرض کا

قرض کے پیسوں سے یہ کپڑے ہیں اور یہ شوز ہیں

ملک تو مقروض ہی تھا آج سب مقروض ہیں



پھیلتا جاتا ہے ہر اک سمت بازارِ ہوس
ایک کو فی الفور ہم چاہیں کہ یہ ہو جائے دس
روح پر ہے زنگ جس پر ہم چڑھاتے ہیں کلس
ہو گئے بدذائقہ پھل کچھ نہیں اب ان میں رس
کھیرے لکڑی پھیل کر سب ہو گئے تربوز ہیں
ملک تو مقروض ہی تھا آج سب مقروض ہیں

لو ”کریڈٹ کارڈ“، جتنا چاہو اب خرچہ کرو
جیب خالی ہو مگر بازار سارا لوٹ لو
جنگلوں میں خواہشوں کے گھومتے پھرتے رہو
بوجھ میں قرضے کے رفتہ رفتہ سب دبے چلو
رہ گئے ہیں کون جو قرضے سے اب محفوظ ہیں
ملک تو مقروض ہی تھا آج سب مقروض ہیں



قرض دے دے کر فنا ہوگی یہ ہستی ایک دن
چاٹ لے گی قرض کی دیمک یہ بستی ایک دن
دیکھنی سب کو پڑے گی ایسی پستی ایک دن
”رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن“

مصرعِ غالب کے بھی اب ہو گئے مقروض ہیں
ملک تو مقروض ہی تھا آج سب مقروض ہیں



<http://www.kitaabghar.com>



گڑبڑ غزل

جتنی بھی ہو گمان میں گڑبڑ
کیجئے مت زبان میں گڑبڑ
کیا خبر تھی انہیں Twin ہوں گے
ہو گئی سب پلان میں گڑبڑ
ٹھیک ہونے میں سال لگتے ہیں
ہوتی ہے ایک آن میں گڑبڑ
طعنہ زن ہو اگر زن بدخو
کرتی ہے سب کی شان میں گڑبڑ
منہ میں نسوار ہے نہ ہاتھ میں گن
ہم کو لگتی ہے خان میں گڑبڑ
کر دے جنت میں پھر نہ ہنگامہ
جس نے کی اس جہان میں گڑبڑ



پا برہنہ ہی آنا مسجد میں
ورنہ ہوگی دھیان میں گڑبڑ
دیں میں ہرگز نہیں ہے ، اصل میں ہے
واعظِ خوش بیان میں گڑبڑ
کنکری تھی حرام مال کی جو
کر گئی پورے نان میں گڑبڑ
اپنے تیروں سے خود ہوئے گھائیل
تھی کچھ اپنی کمان میں گڑبڑ

<http://www.kitaabghar.com>



ملیریا کر دے

جسم گرمی سے تپ گیا ہے مرا
 کوئی ٹھنڈا یہ ”ایریا“ کر دے
 ایک ”اے-سی“ مجھے عطا ہو جائے
 مجھ کو ممنون ”کوریا“ کر دے
 کانپوں کچھ دیر میں بھی سردی سے
 یوں بدن میں ”ٹھنڈیریا“ کر دے
 جائے معدے میں ٹھنڈا شربت جب
 تخی مرا ”کیفے ٹیریا“ کر دے
 اور قسمت میں گر نہیں کچھ بھی
 مجھ کو یارب ملیریا کر دے





دھان پان سے

کچھ کم نہیں ہیں ہم بھی کسی پہلوان سے
لگتے ہیں گرچہ دیکھنے میں دھان پان سے
ہوتا نہیں یہ کام بہت آن بان سے
کرنا ہے عشق تم کو تو کرنا دھیان سے
ہے بعد عشق شادی کی بالکل یہی مثال
اٹکا کھجور میں جو گرا آسمان سے
فنگر پرنٹ لینے پولس اُن کے آگئی
چہرے پہ میرے مل گئے تھے کچھ نشان سے
پندرہ ہیں اُن کے لڑکے تو پندرہ ہی لڑکیاں
کیا خوب کام ہوتے ہیں اُن کے پلان سے
جس کے لئے بہشت سے نکلے ہوں یہ بتا
مضبوط کیسے رشتہ نہ ہو اُن کا نان سے
اپنی ہی بات کرتا ہے ہر دم ، ہر آن جو
ہم باز آئے دوستو اُس ترجمان سے
پڑجائے ان کو کام جو مظہر تو دیکھنا
بولیں گے تم سے پھر وہ بہت ہی رسان سے



بِسْمِ اللّٰهِ

دھماکے کرنے مسجد میں چلیں اب یار بسم اللہ
خود اپنے آپ سے ہوں برسرِ پیکار بسم اللہ
بھریں اسلام کا دم ہر دفعہ ہر بار بسم اللہ
کریں پھر جھوٹ سے آغازِ کار و بار بسم اللہ
نمازِ جمعہ کو بھی منتقل اتوار کو کر دیں
کہ چھٹی ہوگی جمعہ کی جگہ اتوار بسم اللہ
فرنگی ہو لباس اُن کا ، فرنگی تعلیمات اُن کی
تو پھر کیسے پڑھیں گے میرے برخوردار بسم اللہ
یہیں پر مُک مُکا کر لیں وگرنہ پھر چلیں تھانے
یہ بولا ہم سے ہنس کر ایک تھانیدار بسم اللہ
دیا نذرانہ تو سب بند دروازے کھلے یارو
کہا Peon نے آجائیں یہاں سرکار بسم اللہ
پڑھو اب اٹا اللہ کہ غزل کو ختم کرنا ہے
بہت اشعار میں اب ہو چکی تکرار بسم اللہ





دیکھ کر

ہنس رہے ہیں آپ کیوں ہیئت کذائی دیکھ کر
سکھتے کوئی سبق میری پٹائی دیکھ کر
ٹاٹ اٹھوا کر بٹھایا ہم نے اُن کو کھاٹ پر
پھلتے لیکن گئے وہ چارپائی دیکھ کر
سوٹ لنڈے کا پہننا مجھ کو مہنگا پڑ گیا
دام انگریزی بتائے اُس نے ٹائی دیکھ کر
اک زن شوریدہ سر سے بس ملے تھے ایکبار
دور سے ڈر جاتے ہیں اب ہیل ہائی دیکھ کر
ڈگریوں کا ان پہ ہوتا ہی اثر کوئی نہیں
رشتہ دیتے ہیں فقط اب تو کمائی دیکھ کر
شیخ صاحب خانہء عبرت نہ بن جائے یہ گھر
چار سے توبہ کریں اک سے پٹائی دیکھ کر
لو گیا ایمان کا یہ آخری درجہ گیا
بند کر لیتے ہیں آنکھیں ہم برائی دیکھ کر





بلا وجہ

رکھے نہیں ہیں ہاتھ کمر پر بلا وجہ
وہ چل دیئے ہیں ہاتھ جما کر بلا وجہ
بولا یہ ڈاکٹر کہ ہے پرہیز وزن سے
مصرع نہ اب اٹھانا سخنور بلا وجہ
جھکڑا کریں گی مل کے بہو ساس اور نند
پھنس جائیں گے لڑائی میں شوہر بلا وجہ
اک نوٹ کی جھلک سے وہ سب کام ہو گئے
ہفتے ہوئے تھے ضائع کہ جن پر بلا وجہ
چکر ہے اس میں کوئی میاں ، ہوشیار باش!
آتے نہیں ہیں بیوی کو چکر بلا وجہ
ہے پیٹ بھی بھرا ہوا ، فل ہے پلیٹ بھی
ہم منہ چلاتے رہتے ہیں اکثر بلا وجہ
مطلب کی بات ہوتی نہیں ہے کوئی مگر
کرتے ہیں فون وہ متواتر بلا وجہ
مجمع لگانا ٹھہری جو عادت تو کیا کریں
یہ فرض ہے کہ دیکھیں وہ رُک کر بلا وجہ



اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

دل میں فغاں ہے ہونٹوں پہ نعرے

پاڑے ہیں باسی تھپڑ کرارے

چھوڑا نہ تن پر کچھ بھی ہمارے

روح و بدن پر چلتے ہیں آرے

ہیں یاں مداری سارے کے سارے

دکھلا دیں دن میں ہم کو وہ تارے

اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

ہے پہلواں یاں جوڑوں کا ماہر

ٹوٹے جو ہڈی جوڑے یہ ساحر

بے ایکسرے ہیں اس کے مظاہر

اندر کی چوٹیں دیکھے یہ باہر

”ایف۔ آر۔ سی۔ ایس“ سرجن بچارے

بیٹھے ہیں فارغ سارے کے سارے

اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے



کھا کر حکیمی معجون و کشتہ
بوڑھے ہوئے ہیں اب پھر سے چستہ
لیکن نہ سمجھے وہ بھی یہ نکتہ
گردوں کے اُن کے بنتا تھا بھرتہ
ہیں فیل گردے اور وہ بچارے
اب ڈھونڈتے ہیں ہر سو سہارے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

قاضی ہیں گونگے ، ہرکارے بولیں
انصاف کو سب پیسوں میں تولیں
جتنا بھی چاہیں اب آپ رولیں
اپنی رقم سے پر ہاتھ دھولیں
ملتے ہیں سب کو لارے ہی لارے
ہر شخص آکر یاں بازی ہارے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے



سارے محلے اُن کے اثر میں
تھانے میں پولس ، ڈاکو ہیں گھر میں
کھوئے ہیں سارے کچھ ایسے زر میں
سب دب چکا ہے اِس شور و شر میں
پاس آئے گا اب کوئی نہ پیارے
بس دور سے سب ماریں گے نعرے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

کالج میں دیکھو آکر خدا را
پریوں کو کس نے اس جاء اُتارا
فیشن کریں جب سلمیٰ ، ستارہ
شلوار ، لہنگا ، ساڑھی ، غرارہ
پہنیں تو دل پر چل جائیں آرے
پھینکیں کتابیں پھر لڑکے سارے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے



بازار آؤ بزاز دیکھو
اُس کی ادائیں اور ناز دیکھو
دیتا ہے کیسے آواز دیکھو
داموں کی اُونچی پرواز دیکھو
کیا بھاؤ تاؤ کرتے ہو پیارے
دن میں دکھا دے تم کو وہ تارے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

دیکھو ذرا یہ گڑبڑ گھوٹالہ
اینٹوں کو پیسا مرچوں میں ڈالا
خالص کہاں اب دھنیا مصالحہ
پانی پلائے ہم کو گوالا
خالص نہیں جب بکری کے چارے
وہ دودھ خالص کیسے اُتارے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے



سب پوچھتے ہیں تفصیر کیسی
یہ جرم کب ہے تعزیر کیسی
اندھیر ہر سو تنویر کیسی
اپنی بنی ہے تقدیر کیسی
اب تو مسیحا ہم کو ہی مارے
اور ہم کریں بس چھپ کے اشارے
اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے

<http://www.kitaabghar.com>





بات کرتے ہو

عاشقانے کی بات کرتے ہو
جیل تھانے کی بات کرتے ہو
میرا ابا پولس میں افسر ہے
دل چُرانے کی بات کرتے ہو
کوچہ جانِ جاں میں پہرہ ہے
بھاگ جانے کی بات کرتے ہو
ہوا بھرتی رقیب پولس میں
مار کھانے کی بات کرتے ہو
وہ ٹھکانی لگا کے کہتے ہیں
کیوں ٹھکانے کی بات کرتے ہو
تم نے پوچھا ہے مجھ سے بیگم کا
توپ خانے کی بات کرتے ہو
دے کے مجھ کو شراب دو نمبر
لڑکھڑانے کی بات کرتے ہو
بس کا مہنگا ہوا کرایہ پھر
آنے جانے کی بات کرتے ہو



پڑھنا

یہاں لگتا ہے اُس کو بار پڑھنا
وہ چاہے ہے سمندر پار پڑھنا
پدر کا ہو گیا دشوار جینا
پسر کا ہو گیا دشوار پڑھنا
ہوس ڈگری کی راتوں کو جگائے
ہوا ہے اب تو کاروبار پڑھنا
کوئی تو کہہ دے ہم کو بھی پڑھا کو
ہمیں آتا ہے سب اخبار پڑھنا
جنہیں ملتا نہیں ہے ”جاب“ کوئی
وہ کہتے ہیں کہ ہے بیکار پڑھنا
وہ ان کا دیکھنا ”ڈش“ آنکھ مل کے
اور اس کے بعد استغفار پڑھنا



جو چاہو گزرے دن سب خیریت سے
سویرے اٹھ کے مت اخبار پڑھنا
لگا ایسی ہمیں عینک نظر کی
کہ آجائے نگاہ یار پڑھنا
تہہ پوڈر چھپی ہے سب عبارت
نہیں آساں رخ دلدار پڑھنا
ہوئے وہ نوکر سرکار مظہر
جنہیں آتا نہیں سرکار پڑھنا

<http://www.kitaabghar.com>





بارہ بجے

”جیک، چل وینٹ اپ دی ہل“ بارہ بجے
 یوں ہوئے وہ ^{مضمحل} بارہ بجے
 مجھ کو ملنا ہو تو مل بارہ بجے
 ہوں یہاں پر کیونکہ till بارہ بجے
 سوئیاں جب دونوں آپس میں ملیں
 تو گلے اُس وقت مل بارہ بجے
 عشق میں اُس کے ہوا جل کر کباب
 دن میں آیا اُس پہ دل بارہ بجے
 ”ڈیٹ“ کا ”لفڑا“ پڑا مرنے کے بعد
 شب کو لکھی اُس نے Will بارہ بجے
 ہے یہ اس دن کی یا اگلے دن کی ہے
 نرس نے دی شب کو Pill بارہ بجے
 حال اپنے دل کا کچھ ایسا ہے اب
 جیسے پنچر سائیکل بارہ بجے
 شفٹ کے ”رولے“ میں مظہر پھنس گیا
 مجھ کو کر یارب نہ ”i l l“ بارہ بجے



ایسی کی تیسی

ہے خواہاں سے بہت ”پی - آر“ اپنی
تمہارے پیار کی ایسی کی تیسی
شب ہجراں میں اب دیکھیں گے وڈیو
فراقِ یار کی ایسی کی تیسی
نہیں ہے حوصلہ اب بے رخی کا
رخِ دلدار کی ایسی کی تیسی
ہوئی ہے چشمِ آشوبی اسی سے
نگاہِ یار کی ایسی کی تیسی
ڈریں کیوں اب کسی کے بھونکنے سے
سگِ دلدار کی ایسی کی تیسی
ترے وعدوں پہ ہو کب تک بھروسہ
تری اس بار کی ایسی کی تیسی
الھ کر جس میں گر گر جاؤں مظہر
ہو زلفِ یار کی ایسی کی تیسی



موسم

کھو گیا اعتبار کا موسم
اب کہاں پر ہے پیار کا موسم
ہوئے پچیس سال شادی کو
آگیا توتکار کا موسم
ہے سبھی کا فشارِ خون بلند
کیوں نہ ہو خلفشار کا موسم
ایم اے اردو بھی آج کہتے ہیں
آیا فصلِ بہار کا موسم
اچھا لگتا ہے ڈاکٹر کو بہت
گر ہو نزلہ بخار کا موسم
نامہ بر بن گیا ہے کمپیوٹر
اب کہاں خط کا تار کا موسم
کبھی بارش کبھی گھٹا کبھی دھوپ
کیا کہیں کوئے یار کا موسم
لگ گئی ہے شراب پر قدغن
دن پئے لا خمار کا موسم



سر کے بل چلے

رکھ کر سروں پہ اپنے قدم سر کے بل چلے
شوہر سبھی خدا کی قسم سر کے بل چلے
چمگادڑیں ہی اُلٹی لٹکتی نہیں وہاں
اربابِ عزو جاہ و حشم سر کے بل چلے
اب تو غزل اترتی ہے بیگم کی شان میں
ہم کیا یہاں تو نوکِ قلم سر کے بل چلے
سب سر کے بال اڑ گئے حالتِ عجب ہوئی
سسرال سارے سال جو ہم سر کے بل چلے
ہے خوف کس کا لیجئے آرام سے ڈکار
ڈریئے گا جب یہ بادِ شکم سر کے بل چلے
خود تو خدا کے در پہ جھکاتے نہیں ہیں سر
اور چاہتے ہیں دین دھرم سر کے بل چلے
عادت سی بن گئی تھی یہاں رہ کے اس لئے
ہنگامِ مرگ سوئے عدم سر کے بل چلے



زندہ باد

کیجئے صبح و شام زندہ باد
لیجئے اس کے دام زندہ باد

نوکری ہوگئی ہے اب پکی
مت کریں کوئی کام زندہ باد

حکمرانوں کو فکر کیونکر ہو

کہتے ہوں جب عوام زندہ باد

راستے بند ہوں گے سارے کہ صدر
گزریں گے یاں سے شام زندہ باد

فاقے کر کر کے مرگیا شاعر
ہوا اُس کا کلام زندہ باد



عقد پر کچھ کھلا نہیں سکتے
موت پر ہے طعام زندہ باد

جج کے موقع پہ کر کے اسمگلنگ
وہ ہوئے نیک نام زندہ باد

کاریں دوڑا کے ہا ہا کار کریں
روڈ ہو جائیں ”جام“ زندہ باد

<http://www.kitaabghar.com>

پُل بنایا تھا وہ جو پچھلے برس
گر چکا ہے دھڑام زندہ باد

جس کو آنا تھا کل وہ آج آئی
واہ رے تیزگام زندہ باد

پڑھ کے میری غزل کہو مظہر
شاعر ذی مقام زندہ باد



تم کو اس سے کیا

سن کر میں شعر، پیٹوں جو سر، تم کو اس سے کیا
رسماً کہوں میں بارِ دگر، تم کو اس سے کیا

ناشر تمام پیسے مرے مجھ کو دے گیا
جھوٹی بھلے ہو میری خبر تم کو اس سے کیا

ٹوٹا کریں کواڑ مکاں ہے کرائے کا
”بجتے رہیں ہواؤں سے در تم کو اس سے کیا“

بٹی ہماری کان بھرے یا ہمارا دم
کہتے تھے مجھ سے ساس سر تم کو اس سے کیا



تھا باپ کا یہ حکم کرو پاس لازمی
لائق نہیں جو میرا پسر تم کو اس سے کیا

سرجن یہ بولا ”لینز“ ڈلا ہے یہ لاکھ کا
آتا نہیں جو تم کو نظر تم کو اس سے کیا

ایسیمبلی ہے ساری کی ساری گریجویٹ
کوئی بشر ہو کوئی ہو خرم کو اس سے کیا

<http://www.kitaabghar.com>

ڈنڈا چلائے کوئی ، کوئی جیل میں سڑے
ہو جائے کوئی مُلک بدر تم کو اس سے کیا



ہاف ریٹ پر

جب ہو علاج دردِ کمر ہاف ریٹ پر
ہوتا ہے اس سے ضعفِ جگر ہاف ریٹ پر

عینک لگا تو لی ہے نظر کچھ نہ آئے گا
کیونکہ یہ لی ہے آپ نے سر ہاف ریٹ پر

جڑواں تھے وہ اسی لئے تخفیف ہو گئی
اُن کو ملے ہیں دونوں پسر ہاف ریٹ پر

اک کمرے کا مکاں ہے کچن باتھ ساتھ ہیں
اس جیسا پھر ملے گا نہ گھر ہاف ریٹ پر

لیٹے ہیں پائیدان سے کھڑکی سے کس طرح
بچے ہوئے ہیں محو سفر ہاف ریٹ پر



عشاق کیوں نہ آئیں درِ یار پر کہ وہ
کرتے ہیں پیشِ قلب و نظر ہاف ریٹ پر

خالی پڑا ہے قلب مرا آپ کے لئے
کروائیے الاٹ یہ گھر ہاف ریٹ پر

باتیں وہی ہیں، بات ہے پر وقت وقت کی
ہو فون چھ کے بعد تو کر ہاف ریٹ پر

مہنگائی کا یہ دور ہے یوں مشتہر نہ ہو
مر کر لگے گی تیری خبر ہاف ریٹ پر

قابل نہ جب رہیں گے یہ کھانے کے واسطے
بچیں گے پھر تمام ثمر ہاف ریٹ پر

ٹوٹے گا پورا شہر مطب پر مرے ضرور
منظہر دوائی دوں میں اگر ہاف ریٹ پر



کتاب گھر کی پیشکش
قطعات

<http://www.kitaabghar.com>



کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>



نئی اصطلاح

نت نئی یارو بنی ہیں اصطلاحیں آج کل
ان کو کیا کہتے بھلا ، کیسے معافی دیجئے؟
پوچھا جب میں نے تواضع کے لئے ، کہنے لگے
”چائے رہنے دیجئے ، کچھ چائے پانی دیجئے!“

<http://www.kitaabghar.com>



شاعر نو آموز

ہے لرزہ براندام زمیں قصر غزل کی
شاعر ہے کہ اوزان لئے ہانپ رہا ہے
حیران و پریشاں ہیں ردیف اور قوافی
”کس شعر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے“



پسر تمام گند

رکتا ہے گہری نظر ، اُس کو نہ احمق سمجھو
علم کے دشت میں گاڑے گا وہ جھنڈا لے کر
جب سنا اُس نے کہ انڈے ہیں گرانی کا شکار
آگیا میرا پسر ٹیسٹ میں انڈہ لے کر

<http://www.kitaabghar.com>



نرس

چارہ گر کے حسین ہاتھوں سے
درد بھی زخم میں ذرا نہ ہوا
جلوہ حُسن نے شفاء دے دی
”دردِ منت کشِ دوا نہ ہوا“



زیرِ مبالغہ

”پاور سپر“ ہو یا کوئی اپنی طرح ہو بے سپر
ہرگز نہیں کسی سے کم اپنا کوئی بھی سلسلہ
کہتے ہیں جب وہ بڑھ گیا اُن کا زیرِ مبادلہ
بڑھتا ہے پھر بیان میں اپنا زیرِ مبالغہ

<http://www.kitaabghar.com>



آنکھیں نہ مارنا

عاشق سے کہہ رہے تھے یہ آنکھوں کے ڈاکٹر
دستورِ عشق رہ گیا باتیں بگھارنا
ہو حالِ دل کے واسطے بس نامہ و پیام
آشوبِ چشم پھیلا ہے ، آنکھیں نہ مارنا!



گنجینہ

سنوار لیتے ہیں ہاتھوں سے زُلفِ بے پرواہ
یہ چند بال تو منت پذیرِ شانہ نہیں
یہ کیسی گنج ہے دیتے ہیں جس کا سب طعنہ
اگرچہ بالوں کا سر پہ کوئی خزانہ نہیں

<http://www.kitaabghar.com>



سودا

آنکھوں کی چمک اڑ گئی مہنگائی کے ہاتھوں
رعنائی نظر آتی نہیں شمس و قمر میں
سودائی بنایا مجھے اِس دور نے ایسے
اب تھیلے میں سودا نہیں، یہ سودا ہے سر میں



ای۔سی۔جی

محبت کا کیسے یقین میں دلاؤں
چھپا باب اُلفت نظر سے ہے دلبر
میں بھجواتا تجھ کو ”گراف“ اپنا قلبی
محبت نظر آتی گر ”ای۔سی۔جی“ پر

<http://www.kitaabghar.com>



اسپیج تھیرپی

چلائے بچہ جو ہم سے زباں تو ہم ڈانٹیں
کہ اچھا لگتا نہیں اُس کا گڑبڑی کرنا
زباں چلانے کی دیتے ہیں تربیت وہ یہاں
اور اِس کو کہتے ہیں اسپیج تھیرپی کرنا



ہوشیار

مطبخ میں جاؤ تو رہو بیلن سے ہوشیار
جانا پڑے جو بینک تو ہو گن سے ہوشیار
ہر چیز کا شمار ہے لازم یہاں پہ اب
گردہ اڑا نہ لے کہیں ، سرجن سے ہوشیار

<http://www.kitaabghar.com>



ساس آتی ہے

ایک بیوی ہی پہلے کیا کم تھی
اب تو اُس کی بھی ”باس“ آتی ہے
ساتھ اس کے ہے خاندان تمام
سانس رکتا ہے ساس آتی ہے



آپریشن تھیٹر میں

”میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں“
مریضِ سرجری کے لب پہ تھے یہ افسانے
یہ ڈاکٹر ہیں کہ ڈاکو تمیز مشکل ہے
”نقاب پوش پھریں ہیں پہن کے دستانے“

<http://www.kitaabghar.com>



پری

ہمت بندھائی اُس نے بڑھے اپنے حوصلے
تعریفِ حُسن کرنے ہم اُس کے قریں چلے
اچھائی کا مگر وہ زمانہ کہاں رہا
ہم نے کہا پری تو وہ بولی ”پرے پرے“



گیس

ماہرِ امراضِ معدہ ایک دن کہنے لگا
جس کو دیکھو گیس کے آزار میں ہے مبتلا
ملک میں ہے گیس کی قلت کا چرچا ان دنوں
استفادہ کیوں نہیں کرتا کوئی ان سے بھلا

<http://www.kitaabghar.com>



کمر بستہ

کروں کیا منشف اب آپ پر یہ راز سربستہ
کلاسِ اوّل میں اک من کا اٹھاتا تھا پسر بستہ
جھکی اس کی کمر ، بھاری تھا اس کا اسقدر بستہ
مرا بچہ ہوا تعلیم پر ایسے کمر بستہ



فکر و فاقہ

میں کیسے سمجھوں مضامین دانش و بینش
نہ میکدہ ، نہ صراحی ، نہ ہے کوئی ساقی
مرے نصیب میں ہے روز و شب محض فاقہ
تمہیں ہو یار مبارک یہ فکرِ آفاق

<http://www.kitaabghar.com>



اثر ہونے تک

ایک گنجے کو سنا ہم نے یہاں کہتے ہوئے
میں نہ مرجاؤں دوائی کا اثر ہونے تک
چار برسوں میں اُگے چار مرے سر پر بال
”کون جیتا ہے مری زلف کے سر ہونے تک“



لا حول

بُرائی ہے کہ پھیلے جا رہی ہے
قدم شیطاں کے بڑھتے جا رہے ہیں
یہ مت کہنا کہ کچھ کرتے نہیں ہم
سنو ! لا حول پڑھتے جا رہے ہیں

<http://www.kitaabghar.com>



ڈریسنگ روم میں

ڈریسیر نے کہا کہ کام مشکل ہے ڈریسنگ کا
ہے یہ ایسی جگہ کہ چشم تر بھی رو نہیں سکتی
مٹانا داغِ دل دشوار ہے اے عاشقِ صادق
کہ زخمِ دل کی مرہم اور پٹی ہو نہیں سکتی



ٹیکہ

دردِ دل ، دردِ جگر کیسے رفع ہوتا ہے
مجھ کو معلوم ہے تو اپنا ہٹالے ٹیکہ
اے حسین نرس نہ کر چھلنی مرے بازو کو
مری خاطر ذرا ماتھے پہ سجا لے ٹیکہ

<http://www.kitaabghar.com>



گُلکاری

رہ گیا دنگ جو پہنچا میں کراچی مظہر
ہر درو بام پہ وہ نقش تھے گُلکاری کے
پوچھا جب ماہر فن کون ہے ہنس کر بولے
یہ کرشمے ہیں فقط پان کی پچکاری کے



فوک موسیقی

میسر ہیں کچن میں ان کو سب آلاتِ موسیقی
کبھی مٹکا بجاتے ہیں کبھی چمٹا بجاتے ہیں
سہولت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی انہیں مظہر
کہ روح و جسم دونوں کی غذا اک ساتھ کھاتے ہیں

<http://www.kitaabghar.com>



دل-لگی

بولے رو کر یہ عاشقِ ناکام
اب نہیں ہوتی عاشقی ہم سے
دل لگانے کی جب بھی کوشش کی
وہ لگے ہم سے دل لگی کرنے



ہار

سوچ کر یہ آپ آزرده نہ ہوں
آپ کا دل کیوں میں گرماتا نہیں
آپ آئے ہیں یہاں پر جیت کر
اس لئے میں ہار پہناتا نہیں

<http://www.kitaabghar.com>



بے بس

دیکھئے تو یہ کاروبارِ ہوس
بس کی اک سیٹ پہ ہیں بیٹھے دس
چشم و لب بھی ہلا نہیں سکتے
بس میں بیٹھے ہیں اور ہیں بے بس



میں

انا پرستی کی حد ہوگئی کہ اب ہم لوگ
کسی کو جانتے ہیں اور نہ کچھ سمجھتے ہیں
ہے گرچہ صورتِ انساں ، صدا ہے بکری کی
جسے بھی دیکھو وہی کر رہا ہے ”میں میں میں“

<http://www.kitaabghar.com>



زردہ

ہے لت پڑی ہوئی کہ کروں ایک کو میں دو
دولت کا شوق ہے میں کماتا ہوں اس لئے
میٹھے کا کوئی شوق نہیں ہے مجھے جناب
زردہ میں زر ہے دس دفعہ ، کھاتا ہوں اس لئے



بہو

مزے اٹھائے پسر اور پدر عذاب سہے
بہو کو لائے جو گھر اُس کے سب جواب سہے
عذابِ وحشتِ دل اب بھی ہو بہو ہے وہی
کہ پہلے بیوی کے اور اب بہو کے خواب سہے

<http://www.kitaabghar.com>



اذاں

ہنگامِ سحر مرغِ چمن یوں ہوا گویا
ہے فرق بھلا کونسا بتلاؤ خدارا
میں دُم کو پھلاتا ہوں تو وہ پیٹ کو اپنے
دیتا جو اذّاں میں ہوں وہی دیتا ہے مُلا



فکرِ مستقبل

آج کا دن تو گزر ہی جائے گا
فکرِ کل کی ذہن کو بے کل کرے
بے ثباتی پر ہے یہ کیسا یقین
مسئلہ کوئی ہمارا حل کرے

<http://www.kitaabghar.com>



بجنے لگے

کان بجنے لگے بڑھاپے میں
پہلے بجاتے تھے دانت سردی سے
جب سے ہم نے خریدا موبائیل
ہم تو پورے کے پورے بجنے لگے



حال۔ بے حال

یہ بتاؤ صحت پر کیوں نہ پھر زوال آئے
بھاؤ میں مٹن کے جب صرف پاؤ دال آئے
بھوک سے ہوں جب ساری آنتیں محو قوالی
پھر تو حال پر اپنے خود ہمیں ہی حال آئے

<http://www.kitaabghar.com>



اشتہاری سفر

کراچی سے پشاور تک سفر میں
نوشتہ برسر دیوار پڑھنا
ہو فیملی ساتھ تو ہوتا ہے مشکل
حکیموں کے سب اشتہار پڑھنا



عینک

اب نظر آتی نہیں عُدت کہیں
عقل کو کچھ ایسے دیمک لگ گئی
نقشِ مدھم ، عکس دُھندلے پڑ گئے
چشمِ حیرت کے بھی عینک لگ گئی

<http://www.kitaabghar.com>



کارساز

عظمتِ خدا کی کب کوئی پوشیدہ راز ہے
وہ ربِ لاشریک ہے اور بے نیاز ہے
ڈیلر تمام کاروں کے بولے نہ کفرِ بک
میں نے یہ جب کہا میرا رب کارساز ہے



لفظی پوسٹ مارٹم

واہ نظر کیا لفظوں پر ہے
دو نقطوں کا خوب اثر ہے
سیرت بھی کچھ صورت گر ہے
خیر میں خر ہے شیر میں شر ہے

<http://www.kitaabghar.com>



کیا کیا جائے

راس آتی نہیں ہمیں چوری
گرچہ بُنتے ہیں جال چپکے سے
بانگ مرغ نے پیٹ میں دے دی
کیا جس کو حلال چپکے سے



لاتوں کے بھوت

اس سرزنش کا اُن پہ اثر ہوگا کچھ نہیں
”اسپیج تھیرپی“ سے نہ یوں کام لیجئے
لاتوں کے بھوت مانتے باتوں سے کچھ نہیں
اب ”فزیو تھیرپی“ سے یہ پیغام دیجئے

<http://www.kitaabghar.com>



آئی۔سی۔یو

ہم جاں بہ لب ہیں لیکن آتا نہیں ہے کوئی
عرصہ گزر گیا ہے اور تب سے ہم یہیں ہیں
مظہر کہاں ہیں سارے اربابِ آئی۔سی۔یو
کہتے ہیں ”آئی سی یو“ اور دیکھتے نہیں ہیں



چمٹا

بدلتے جا رہے ہیں دن بہ دن انداز الفت کے
باآسانی ہمارے پیار سے نمٹا نہیں جاتا
جو اظہارِ محبت کے لئے مطبخ میں جاتے ہیں
اُٹھاتے ہیں وہ چمٹا اور پھر چمٹا نہیں جاتا

<http://www.kitaabghar.com>



دہشت گرد قطعہ

رابطہ ہائے خاص الفاظ و معانی میں ہیں کیا
ہو گئے اک روز یارو منکشف یہ پیچ و خم
مجھ کو دہشت گرد کہہ کر لے گئی مظہر پولیس
یہ کہا تھا میں نے بس آواز میں ہو زیر و بم



جھٹکا

جسم میں دوڑی تھی برقی رو مگر
اس سے نکلا تھا کوئی شعلہ نہیں
S h o c k پہنچا تھا ہمیں جس سے حضور
یل کا جھٹکا تھا وہ بجلی کا نہیں

<http://www.kitaabghar.com>



صدائے درویش

شور ہے ہر طرف گرانی کا
دس روپے کی وقعت بھلا کیا ہے
راہِ مولا میں اب ہزار تو دے
”اور درویش کی صدا کیا ہے؟“



الٹ پلٹ

وہ کہتے ہیں مزہ کیا زندگی کا
نہ دھکم پیل ہو جس میں ، نہ push ہو
سمجھ آتی ہے کس کو بات سیدھی
کریں اُس شوخ کو اُلٹا تو خوش ہو

☆ <http://www.kitaabghar.com>

اہلِ نظر

بصیرت اور بصارت ساتھ ہوں گر
تو پھر اہلِ نظر سب دیکھتے ہیں
مگر اِس ملک کے اہلِ نظر ہیں
کہ جب عینک لگے تب دیکھتے ہیں



گھر داماد

کام کرتا نہیں اور آٹھ پہر سوتا ہے
روتا دھوتا ہے بہت ، کپڑے نہیں دھوتا ہے
اپنی مرضی سے بنا تھا تو مرا گھر داماد
اب بتا مجھ کو کہ کس بات پہ تو روتا ہے

<http://www.kitaabghar.com>



مُتَشَاعِر

بس مرا چلتا نہیں جب حسرتِ ناکام پر
چھٹی پھر کرتا ہوں میں ، جاتا نہیں ہوں کام پر
بنسری کی کُوک کو کُول کی دُم سے باندھ کر
نثر لکھتا ہوں میں اُس دم شاعری کے نام پر



کلامِ بلوغت نظام

صدی اکیسویں کا راستہ آسان و سادہ ہے
نثارِ مادیت کچھ ہیں ، کچھ کو حُبِّ مادہ ہے
جوانوں کو ہیں انٹرنیٹ کے دو فائدے مظہر
بلاغت بھی ہے اس میں اور بلوغت بھی زیادہ ہے

<http://www.kitaabghar.com>



تعلیم جدید

شور ہے استاد بچوں کو نئی تعلیم دے
ایٹمی ہے دور اس میں ایٹمی تعلیم دے
دیکھئے کیا معرفت پیدا ہوئی ہے علم کی
خر سمجھتے ہیں اسے جو خیر کی تعلیم دے



اقبالیاتِ جدید

نصیحت

جنونِ عشق سے بہتر نہیں ہے کوئی جنوں
تعلقاتِ حسینوں سے عام پیدا کر
یہ دیکھ شاعرِ مشرق بھی کہہ رہے ہیں یہی
”دیارِ عشق میں اپنا مقام پیدا کر“



خود ہی

کلامِ حضرتِ اقبال جو سمجھتے ہیں
وہ کام سارے بہت سود مند کرتے ہیں
بلند کرنا خودی کا ہے کیونکہ مشکل کام
وہ اپنے آپ کو خود ہی بلند کرتے ہیں



سرکاری مکان

نہ رشوت کی رقم ہو اور سفارش بھی نہ ہو جن کی رہائش کیسے رکھیں گے وہ سرکاری مکانوں میں مکاں کے واسطے درخواست ہم نے دی تو وہ بولے ”تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں“

<http://www.kitaabghar.com>



طالب علم

جدا کبھی نہیں اک دوسرے سے ہو سکتے وہ میرے ساتھ ہے اور اس کے ہمراہ ہوں میں چھپا کے لایا ہوں اس کو برائے نقل یہاں ”کتاب خواں تو نہیں صاحب کتاب ہوں میں“



آدابِ خود آگاہی

کرتا نہیں بالکل وہ زیبائی میں کوتاہی
بے ذوق نہیں مظہر اس راہ کا اب راہی
سُرمہ ہے ، لِپ اسٹک ہے ، مہندی کہیں غازہ ہے
”اب حُسن سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی“

<http://www.kitaabghar.com>



لیڈر

ہوتی ہے الیکشن سے پہلے یہ غزل خوانی
اُمید کی جولانی ، وعدوں کی فراوانی
سب بھول وہ جاتا ہے مل جاتی ہے جب کرسی
”پھر اپنے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی“



مرگِ مفادات

اشراف کو کچھ ملتا شرافت سے نہیں ہے
ہوتی نہیں دولت سے کبھی ان کی ملاقات
ہو فائدہ کوئی یہ خیالات عبث ہیں
”ہے جرمِ شرافت کی سزا مرگِ مفادات“

<http://www.kitaabghar.com>



الاٹ پلاٹ

زمین کو کرتے ہیں حاصل زمیں پہ کر کے فساد
پلاٹ لوگوں کے ہتھیانے کے ہیں وہ استاد
منافع بخش ہے یہ کاروبارِ پراپرٹی
”کریں ہیں اہل نظر تازہ بستیاں آباد“



پی۔اے

ہے فون کانوں میں ، ہاتھوں میں ہے قلم ہر دم
بنایا کام نے مجھ کو مریض بے خوابی
کہا سمیٹ کے فائل ، یہ مجھ سے ”پی۔اے“ نے
”عطا ہوئی ہے مجھے روز و شب کی بیتابی“

<http://www.kitaabghar.com>



بلڈ پریشر

ذائقہ قائم نمک سے ہے ہر اک خوراک کا
کہہ رہے تھے ایک دن مجھ سے طبیب محترم
ہو بلڈ پریشر تو دل کے واسطے یہ زہر ہے
”فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا شکم“



سیاسی قطعات

آئین اور آئینہ

حیراں ہوں میں کہ خستگنی راہ کے سبب
منزل پہ کیسے پہنچے گا یہ کارواں ترا
سرکوں کی ٹوٹ پھوٹ سے زیادہ ہے فکر یہ
آئین ہے شکار یہاں ٹوٹ پھوٹ کا



فعل نامناسب

(باوردی اور بے وردی صدر کے تناظر میں)

ہے صبح و شام شور کہ وردی اُتاریے
یہ قوم باحیا کے لئے بات ہے قبیح
کپڑے اُتارنے کے لئے ہاتھ روم جائیں
یہ کام سب کے سامنے ہرگز نہیں صحیح



رمضانی قطعات

۱

ایک روزہ خور سے کہنے لگا اک روزہ خوار
کھیتیاں سب جسم و جاں کی اب تو ویراں ہو گئیں
دل ہوا کتنا مسلمان کچھ نہیں اس کی خبر
قل ہوا اللہ پڑھ کے سب آنیتیں مسلمان ہو گئیں



۲

قمر ستاروں سے یہ کہہ رہا تھا عید کی شب
نہیں ہے کوئی مری آب و تاب کے پیچھے
مجھے خبر ہے کہ روزوں سے تنگ آئے ہیں
یہ لوگ صرف ہیں قمری حساب کے پیچھے



حاجیانہ قطعات

حج میڈیکل مشن میں شامل ہو کر سعودی عرب میں حج کی سعادت اور حاجیوں کی خدمت کا موقع ملا۔ یہ قطعات وہیں کی یادگار ہیں۔

<http://www.kitaabghar.com>

حج مبرور

حاجی صاحب کو حج مبارک ہو
تہنیت وہ قبول فرمائیں
”ٹنڈ“ اُن کی ہے مثلِ آئینہ
دل بھی چکا ہے کچھ یہ بتلائیں



ضربِ شدید

اُسی روپے کا کھانا ہے سولہ روپے کی چائے
 مہنگائی نے یہاں پہ بھی توڑی مری کمر
 سولہ سے اک ریال کو دیتے ہیں جب ضرب
 ضربِ شدید لگتی ہے پھر اپنے قلب پر

کتاب گھر کی پیشکش

کیا کہئے <http://www.kitaabghar.com>

سرِ دشتِ نارسائی مجھے تیرا آسرا تھا
 تری رحمتوں کے صدقے ترے در پہ آگیا تھا
 تھیں دعائیں لب پہ میرے ، میں سہم گیا تھا لیکن
 تری جالیوں کے باہر ”شُرطا“ کھڑا ہوا تھا

شُرطا۔۔۔ سعودی پولیس والا۔ یہ زائیرین کو حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر دعائیں

مانگنے سے منع کرتے ہیں



الٹراساؤنڈ

الٹراساؤنڈ ایک ایسی تشخیصی مشین ہے جس کے ذریعے آواز کی لہریں جسم میں بھیجی جاتی ہیں تو یہ لہریں مختلف اعضاء سے ٹکرا کر ان کی خاکہ نما تصاویر بنادیتی ہیں۔ اور اس طرح کچھ امراض کی بخوبی تشخیص کی جاسکتی ہے۔

۱
پیٹ ہے غار اک ذرا ”راؤنڈ“
جسکے اعضاء ہیں ”آؤٹ آف باؤنڈ“
راز ہوتے ہیں آج کل ”فاؤنڈ“
جب کراتے ہیں ”الٹراساؤنڈ“

۲

آواز کی لہروں سے تصویر کا بن جانا
کرتی ہیں ہمیں ششدر تشخیص کی یہ چیزیں
”ڈسکو“ کو اگر دیکھیں ہم ”الٹرا سونک“ سے
ابھریں گے ڈریکولا تصویر کے پردے میں



ٹکڑے جگر کے

(امراض جگر کے موضوع پہ قطعات)

۱

کہتا تھا یہ مریض کہ کچھ فائدہ نہیں
کب سے دکھا رہا ہوں ہر اک ڈاکٹر کو میں
”ایجنائنا“ بھی ہے مجھے ، ریتان بھی مجھے
”حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں“

۲

کہا معائنہ کر کے حکیم حازق نے
یہ ٹیسٹ خوف و خطر کے سوا کچھ اور نہیں
کسی کو ”اے“ ہے ، کسی کو ہے ”بی“ ، کسی کو ”سی“
”حیات سوزِ جگر کے سوا کچھ اور نہیں“



۳

سب سمجھ جائے گا اب ماہر امراض جگر
دستِ تشخیص میں اک چیز نیاری آئی
لے کے * * ”بائیوپسی نیڈل“ وہ یہ فرماتا ہے
”اب جگر تھام کے بیٹھو مری باری آئی“
*** ”بائیوپسی نیڈل“ کے ذریعے جگر میں سوئی ڈال کر اس کا ایک ٹکڑا تشخیص کے لئے
حاصل کیا جاتا ہے۔

۴

<http://www.kitaabghar.com>

ہپاٹائٹس یا سوزش جگر بے شمار جراثیم، ادویات، موروٹی بیماریوں اور الکحل وغیرہ سے
ہوسکتا ہے۔ لیکن ہپاٹائٹس کے وائرس اس سلسلے میں کافی بدنام ہیں اور اب تک
کچھ وائرس مثلاً اے، بی، سی، ڈی، ای، جی دریافت ہو چکے ہیں اور کچھ عجیب نہیں کہ
مزید تحقیق سے نئے جراثیم کا پتہ لگے!۔

ڈانٹ کر بولے یہ امراض جگر کے ماہر
بات ہنسنے کی نہیں بند کرو بتیسی
ہیں جگر میں ہی نہاں سارے حروفِ ابجد
وائرس سارے ہیں موجود یہاں اے، بی، سی



۵

کہنے لگی یہ بیوی اے میرے ڈاکٹر جی
جو آپ کر رہے ہیں دن رات اے، بی، سی، ڈی
اس کے طفیل انگش آسان ہوگئی ہے
جو سوزشِ جگر سے لختِ جگر نے سیکھی

کتاب گھر کی پیشکش

۶

وسوسے اٹھتے ہیں دل میں اس قدر
ہول آتا ہے مجھے یہ سوچ کر
ہوں جگر کے عارضے میں مبتلا
کیسے بیٹے کو کہوں لختِ جگر؟



پھونکوں سے علاج

۱

چلا ہے ان کا تو سب کام کاج پھونکوں سے
وہ کر رہے ہیں ہمارا علاج پھونکوں سے
دکان کیوں نہ چلے اپنے پیر صاحب کی
کہ لے رہے ہیں وہ اپنا خراج پھونکوں سے

☆ <http://www.kitaabghar.com>

۲

تعویذ ، ٹونے ، ٹوٹکے آتے نہیں سمجھ
ہم سے تو یہ علاج کرایا نہ جائے گا
اے پیر تیری پھونک پہ ہے خندہ زن اجل
”پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا“



۳

ہوس کی جادوگری ہر طرف فضا میں ہے
یقین کسی کو بھی لگتا نہیں خدا میں ہے
وصول کرتے ہیں پیسے وہ اپنی پھونکوں کے
کسے خبر تھی کہ دولت چھپی ہوا میں ہے

کتاب گھر کی پیشکش

<http://www.kitaabghar.com>



شاعر

۱

نہیں ہے بات اس کی کوئی سیدھی
کہ کہتا در کو ہے دیوار شاعر
ہیں باتوں میں اشارے اور کنائے
ہو ہے یار طرح دار شاعر

<http://www.kitaabghar.com>



۲

ہزاروں صنعتیں ان میں لگائیں
جو لکھ کے لایا ہے اشعار شاعر
نہیں ہے پاس اس کے پھوٹی کوڑی
مگر پھر بھی ہے صنعت کار شاعر



بیسویں صدی کی آخری دو دہائیوں میں آسمان ادب پر مزاح گوشعراء کی ایک کہکشاں دکھائی دیتی ہے۔ اس کہکشاں کے ستاروں میں سید ضمیر جعفری، دلاور فگار، مسٹر دھلوی، انور مسعود، سرفراز شاہد، انعام الحق جاوید، عنایت علی خان، امیر الاسلام ہاشمی، اسرار اشفاق، منظر حسن، نیاز سواتی،۔۔۔ اور ڈاکٹر مظہر عباس رضوی شامل ہیں۔

(بیسویں صدی کا فکاہی ادب، رابطہ نومبر ۲۰۰۱، سرفراز شاہد)



میں نے اپنی کتاب ”منظوم قہقہے“ میں نئے اور پرانے ۲۲۰ مزاح گوشعراء کا کلام پیش کیا ہے ان میں ایک ڈاکٹر سید مظہر عباس رضوی بھی ہیں جن کا کلام نہ صرف شگفتگی کا مظہر ہے بلکہ مزاحیہ شاعری کا ایم بی بی ایس ایڈیشن ہے (ڈاکٹر انعام الحق جاوید)